از علامہ شبلی نعمانی

فہرست مضامین کتاب آغاز اسلام

ھو الرحمن الرحیم

دیباچہ

از

مفتی محمد انوار الحق صاحب ایم اے "منشی فاضل" ڈائرکٹر سررشتۂ تعلیمات ریاست بھوپال

قرآن مجید کے بعد ہم مسلمانوں کے لیۓ تو کوئی کتاب اس سے زیادہ قابل عزت و احترام نہیں ہو سکتی، جس کو اُس سرور کائنات علیہ الوف الصلواۃ والتحیات کی ذات الا صفات سے تعلق ہو جس نے ہمکو اسلام کا سیدھا سچا راستہ دکھلایا، اور توحید کی سی دولت اور نعمت عطا فرمائی، مذہبی پہلو کو لیجئے تو تمام کتب دینیہ اسی خاتم النبیین کے افعال و اعمال کا ایک تذکرہ ہیں۔ اور اخلاقی حیثیت سے دیکھیۓ تو سارا دفتر پند و نصائح اسی شفیع المذنبین کے احوال و اقوال کا ایک خاکہ ہے۔ لیکن کسقدر افسوس اور شرم کی بات ہے کہ تہذیب جدید کے لایعنی مشاغل نے ہم کو اس سرچشمۂ ہدایت و رحمت سے اتنی دور پھینکدیا ہے کہ آج ہماری تعلیم یافتہ جماعت میں سے فیصدی دس بھی بمشکل ایسے ہونگے جو اپنے پیغمبر (روحی فداہ) کے حالات سے باخبر ہوں، اور اپنے مذہب کے ابتدائی واقعات کو جانتے ہوں،

اُن کثیر التعداد آدمیوں کا تو ذکر ہی نہیں جو جاہل اور ناخواندہ کہلاتے ہیں اور پھر یہ تغافل یہ تساہل کس چیز سے ہے؟ اُس سے جس کی نسبت خود خدائے جل و علیٰ

نے اپنے کلامِ پاک میں رسول، صلی اللہ علیہ وسلم، کو یہ اعلان کرنے کا حکم دیا ہے کہ
قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم یعنی "اے نبی صلعم تو
لوگوں سے کہہ دے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرنے
لگے گا" اور تمہارے گناہ بخشنے لگا" گویا جس کی بابت اللہ تعالیٰ نے صاف یہ
ارشاد فرمایا ہے کہ اس سے آدمی بارگاہ خداوندی میں مغفور و محبوب ہو سکتا ہے
یہ اہمال، یہ اغراض اُس مذہب کی طرف سے ہے جس کے تکمیل دین اور اتمام
نعمت ہونے کا یقین ہمارا جزو ایمان ہے۔ اس پر طرہ یہ ہے کہ اس غفلت کے لئے
نایابی احوال و خفائے سوانح کا عذر بھی نہیں ہے اور ہم اپنے قصور کا الزام
اپنے بزرگوں کے سر نہیں تھوپ سکتے۔ اگر یہ سچ ہے کہ تحسین کا بہترین ثبوت تقلید
ہے تو اس میں ذرا بھی شک نہیں ہو سکتا کہ یوں کہنے کو دوسری قومیں اپنے پیشوایان
مذہب کو نعوذ باللہ خدا کا بیٹا یا خدا بھی کہنے لگیں لیکن وہ اس عملی اکرام و احترام
کی کوئی مثال پیش نہیں کر سکتیں جو ہمارے آباو اجداد نے ہمارے رہبر صادق کے ساتھ
مرعی رکھا ہے، اور جو ثبوت انہوں نے اپنی روایات دینیہ کے تحفظ اور نگہداشت کا
دیا ہے۔ مگر شرم یہ کہتے ہوئے آتی ہے کہ اتباع سنت کا خیال ہم میں پہلے
جتنا زیادہ تھا اب اتنا ہی کم ہے اور آداب نبوی کی تقلید میں پہلے جس قدر
انہماک تھا اب اُسی قدر اہمال ہے اور کم سے کم میں تو یہی کہوں گا کہ ہمارے
سارے قومی تنزل اور اغلاط کا اصلی سبب اور حقیقی باعث ہی یہ ہے۔

ممکن نہ تھا کہ ہماری سرکار عالیہ کا حساس دل اور نکتہ رس طبیعت اس
بات کی تہ تک نہ پہنچتی اور یہی وجہ ہے کہ حضور ممدوحہ نے شمس العلما مولانا
شبلی مرحوم کی سیرۃ نبوی کو ایک دینی فرض اور مذہبی عبادت کی طرح مکمل کرانے
کا عزم کیا، لیکن سردست تو وہ کتاب ناتمام ہی ہے اور مکمل ہونے پر بھی غالباً

اُسکی ضخامت اس کی اشاعت کو اس قدر عام نہ ہونے دے جتنی کہ وہ ہونی چاہیئے
غالباً اسی لئے حضور ممدوحہ کے ایماسے بیگم صاحبہ عالی جناب نواب زادہ حاجی
محمد حمید اللہ خان صاحب بہادر نے جو ابھی تک علیا حضرت کی خاص نگرانی میں
طالب علمانہ زندگی بسر کرتی ہیں، اُردو میں ایک مختصر تاریخ آغاز اسلام
کا ترجمہ کیا ہے، اصل میں یہ کتاب مولنا شبلی مرحوم ہی نے عربی میں لکھی
تھی اور اس کا ترجمہ فارسی میں مولانا حمید الدین صاحب بی اے نے کیا تھا
لیکن چونکہ بوجہ اجنبیت زبان یہ دونوں کتابیں عام فہم نہ تھیں اور خاصکر چھوٹے
بچے جن کو آغاز اسلام کے واقعات جاننے کی سخت ضرورت تھی اس سے مستفید
نہ ہو سکتے تھے۔ اس لئے جناب بیگم صاحب ممدوحہ نے اسے صاف و سلیس اُردو کا
لباس پہنادیا جسے بتدی لڑکے اور لڑکیاں بے تکلف پڑھ اور سمجھ سکتی ہیں
اس کتاب میں حضرت رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالات تو
کسی قدر اختصار سے لکھے گئے ہیں لیکن زمانۂ رسالت کا بیان زیادہ مفصل
ہے۔ مگر کتاب کی اصل خوبی تو یہ ہے کہ جو کچھ ہے نہایت صاف اور واضح ہے اور
چونکہ تذکرہ اور وقائع کے سوا مسائل مختلف فیہ کچھ رائے زنی نہیں کیگئی اور یقیناً
بچوں کے لئے اُسکی کچھ ضرورت بھی نہ تھی اس لئے کسی بات پر اعتراض بھی نہیں ہو سکتا
یوں بچوں کے لئے اس چھوٹی سی کتاب کا مطالعہ ایک دلچسپ تاریخ ایک اخلاقی
نصیحت اور ایک مذہبی عبادت کی مجموعی حیثیت رکھتا ہے۔ اور یقیناً ہر ایک
پہلو سے اُنکے لئے مفید اور نتیجہ خیز ہے۔ بیگم صاحبہ موصوفہ کی یہی ایک بڑی ادبی اور مذہبی
خدمت تھی کہ اُنھوں نے اس کا ترجمہ کیا، اسے چھپوانا اور تعداد کثیر میں مفت تقسیم کرنا اسپر مستزاد
ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی سعی کو مشکور کرے اور سرکار عالیہ کا سایۂ عاطفت دیر تک اُنپر اور عام مسلمانوں کے
سروں پر قائم رکھے کیونکہ یہ جو کچھ ہو رہا ہے حقیقت میں انہی کے ابر کرم کی آبیاری کا نتیجہ ہے۔ انوار الحق

گزارش

عرصہ سے میرا خیال تھا کہ میں اپنی بہنوں کی کوئی خدمت مذہبی انجام دوں، علیا حضرت کو بھی میرا یہ ارادہ معلوم تھا۔ اس بنا پر حضور ممدوحہ نے شمس العلماء علامہ شبلی نعمانی کے رسالہ بدء الاسلام کا ترجمہ فارسی عطا فرما کر ارشاد فرمایا کہ میں اس کا اردو میں ترجمہ کرکے شائع کرادوں۔ چنانچہ میں نے ترجمہ شروع کر دیا اور الحمد للہ کہ اب وہ شائع ہو رہا ہے۔

اس مختصر رسالہ میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے لیکر وفات کے سلسلہ وار حالات نہایت اختصار کے ساتھ درج ہیں۔ جن سے عام مسلمان بچوں کو واقف ہونا بیحد ضروری ہے۔

مجھے یقین ہے کہ یہ ترجمہ میری مسلمان بہنوں کے لئے مفید ہوگا اور کم از کم ہر مسلمان بہن ایک مرتبہ ضرور اس کا مطالعہ کریگی۔

میں اس کتاب کی ناظرات سے یہ بھی اُمید رکھتی ہوں کہ وہ مطالعہ کرتے وقت سرکار عالیہ، مولانا مرحوم، اور مجھکو ضرور دعائے خیر سے یاد کرینگی۔

میمونہ سلطان (شاہ بانو)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ولادت باسعادت

ولادت، یتیمی، رضاعت، بچپن

سنہ ۴۰ جلوس کسریٰ[1] میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں پیدا ہوئے، آپ کے والد حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم تھے، اور والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بنت وہب اور دایہ حلیمہ[2] سعدیہ تھیں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو مہینے[3] کے تھے کہ آپ کے

---

[1] کسریٰ ایران کے بادشاہ کا لقب ہوتا تھا، جیسے چین کے شاہوں کو خاقان یا فغفور کہتے تھے۔ اور روم کے بادشاہوں کو قیصر کہتے تھے۔ اور اب بجائے قیصر کے سلطان کہا جاتا ہے، شاہ جرمنی کو بھی قیصر کہتے ہیں اور ہمارے ملک معظم کو قیصر ہندوستان کہتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت نوشیروان عادل کے زمانہ میں ہوئی تھی سنہ عیسوی کے حساب سے یہ مبارک سن ہی ۵۷۱ء تھا

[2] حلیمہ سعدیہ سے پہلے تو یبہ نے چند روز تک آں حضرت کو دودھ پلایا تھا، یہ ابولہب کی آزاد کی ہوئی کنیز تھیں۔ آٹھ دن کی عمر سے چار برس کی عمر تک آپ حلیمہ سعدیہ کے پاس رہے۔

[3] بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے پیدا ہونے سے اول ہی آپ کے والد کا انتقال ہو گیا تھا، غرض یتیم ہونا تو آپ کا قرآن مجید کی اس آیت سے ثابت ہے الم یجدک یتیماً فآویٰ۔ اور یتیم وہی کہلاتا ہے جس کا والد سن شعور سے پہلے وفات پا جائے۔

باپ نے رحلت فرمائی اور واقعہ فیل[1] کے آٹھ برس بعد (آپ کے دادا) عبد المطلب نے بھی انتقال کیا۔ انہوں نے ابو طالب[2] (آپ کے چچا) کو وصیت کی تھی کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نہایت محبت کے ساتھ پرورش کریں۔

سفرِ شام و نکاح: جب آپ جوان ہوئے تو آپ کے پاکیزہ عادات اور صداقت کا ہر شخص کے دل پر اثر ہوا۔ یہاں تک کہ سب آپ کو امین کہتے تھے حضرت خدیجہ[3] نے جو بڑی شریف اور دولتمند خاتون تھیں اپنی تجارت کا کام آپ کے سپرد کرنے کی خواہش کی۔ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو قبول فرمایا اور اُن کا مال ملک شام میں لیجاکر فروخت کیا۔ جس میں بہت فائدہ ہوا۔ جب آپ واپس آئے تو حضرت خدیجہؓ نے آپ کو اپنے وہم و گمان سے بھی زیادہ سچا اور خوش معاملہ دیکھکر عقد کی درخواست کی۔ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا ابو طالب و حمزہ[4] اور چند آدمیوں کو اپنے ساتھ

[1] ابرہہ نامی بادشاہ یمن نے جس سال آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہونے والے تھے مکہ معظمہ پر ہاتھیوں کے ساتھ لشکر کشی کی تھی۔ خداوند کریم نے ابابیلوں کو مسلط کیا جنہوں نے اپنی چونچوں سے سنگریزے پھینکے جن کی وجہ سے وہ تہس نہس ہو گئے۔ اسی واقعہ کی طرف سورۂ فیل میں اشارہ ہے۔ چونکہ یہ بہت بڑا واقعہ تھا اس لئے عرب میں اس واقعہ سے ایک سنہ قائم ہوا اور اسی واقعہ کی خصوصیت سے عام الفیل مشہور ہو گیا۔

[2] ابو طالب آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اور آپ کے والد عبد اللہ دونوں ایک ماں کے بطن سے تھے۔

[3] حضرت خدیجہ حسب و نسب اور مال و دولت میں نہایت ممتاز تھیں اور انکی تجارت بہت وسیع تھی لوگ انکو مال دیکر شام وغیرہ کی طرف بھیجتی تھیں اور اسمیں جو نفع ہوتا تھا وہ بہت سے لوگوں میں تقسیم کر دیتی تھیں۔

[4] حضرت حمزہ آپ کے چچا اور دودھ شریک بھائی تھے۔ جنہوں نے ثوبیہ کا دودھ پیا تھا۔

لیکر خویلد بن اسد کے پاس گئے جو حضرت خدیجہؓ کے باپ تھے انہوں نے نسبت کی اور پھر آپ کا نکاح ہوگیا، نکاح کے وقت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر پچیس سال کی اور حضرت خدیجہؓ کی عمر چالیس سال کی تھی۔

اولاد حضرت خدیجہؓ کے بطن سے زینبؓ، رقیہؓ، ام کلثومؓ، فاطمہؓ، چار لڑکیاں اور قاسم (جن کے نام سے آپ کنیت فرماتے تھے) طاہر و طیب، تین لڑکے پیدا ہوئے۔ صاحبزادوں نے تو زمانۂ پیغمبری سے پہلے ہی انتقال کیا مگر صاحبزادیوں نے اسلام کا مبارک زمانہ دیکھا اور اسلام لائیں۔

رسالت

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب چالیس برس کے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو پیغمبری عطا کی اور قرآن مجید نازل فرمایا، اس زمانہ میں اہل عرب کا کوئی ایک مذہب نہ تھا ایک گروہ دہریوں[۱] کا تھا جو یوں کہتا تھا۔ اِنْ ھِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا نَمُوْتُ وَنَحْیٰ

[۱] اسلام سے پہلے بہت سے مذہب عرب میں رائج تھے جن میں دہریہ بت پرست یہودی عیسائی مجوسی خاص طور پر مشہور ہیں۔ دہریے کسی کتاب آسمانی اور کسی پیغمبر کے قائل نہ تھے، خداوند کریم اور قیامت کا انکار کرتے تھے، جزا و سزا کو بھی نہ مانتے تھے، وہ سمجھتے تھے کہ دنیا ہمیشہ سے ایسی ہی ہے اور ایسی ہی رہیگی، بت پرست بتوں کو پوجتے تھے، یوں تو خانہ کعبہ کے اندر بہت بت تھے جو جدا جدا قبیلوں کے تھے لیکن ان بتوں میں ہبل بہت بڑا بت تھا جو خانہ کعبہ کے دروازہ پر رکھا ہوا تھا، لات و منات بھی بڑے بت تھے جنکو تمام عرب پوجتے تھے کعبہ کے اندر حضرت ابراہیم حضرت اسمٰعیل حضرت مریم حضرت عیسیٰ کی تصویریں بھی تھیں، ۲۵۴ برس حضرت عیسیٰ سے پہلے یہودی مذہب رائج ہوگیا تھا، اور تیسری صدی عیسوی میں مذہب عیسائی عرب میں پھیلا۔ مجوسیوں کا بھی ایک مذہب رائج تھا جو آگ کی پرستش کرتے تھے ۱۲-

وَمَا یُھْلِکُنَآ اِلَّا الدَّھْرُ۔ ہماری تو یہی دنیا کی زندگی ہے اور بس (یہین مرتے ہین اور یہین) جیتے ہین اور زمانہ ہی ہمکو (ایک وقت خاص تک زندہ رکھکر) مار دیتا ہے۔

اور جب وہ لوگ روز قیامت کا حال سُنتے تو کہتے ءَاِذَا کُنَّا عِظَامًا وَّ رُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ہ کیا جب ہم (مرے پیچھے گل سڑکر) ہڈیاں ریزہ ریزہ ہو جائینگے تو کیا (ایسی حالت مین) ہم کو (قیامت کے دن) اُٹھا کر کھڑا کیا جائیگا۔

ایک فرقہ خدا کی وحدانیت کا قائل تھا لیکن اُس کے اعتقاد مین خدا کے علاوہ کچھ چھوٹے درجہ کے بھی خدا تھے جو روحوں اور فرشتوں کے ذریعہ سے دنیا کے کارخانہ اور انتظام مین دخل رکھتے تھے۔ اس لئے اس فرقے کے آدمی اُن خداؤں کے نام کے بُت بناکر پوجتے تھے اور کہتے یہ تھے کہ مَا نَعْبُدُھُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَآ اِلَی اللّٰہِ زُلْفٰی (ہم تو اُن کی پرستش صرف اس لئے کرتے ہین کہ وہ خدا سے ہمکو نزدیک کر دین۔

ایک اور گروہ کہتا تھا کہ تمام فرشتے اللہ کی لڑکیاں ہیں، ان اختلافات عقائد کے ساتھ وہ لوگوں سے دشمنی کرتے، شراب پیتے، جوا کھیلتے، حرام کرتے، اپنی اولاد کو مار ڈالتے، سود لیتے، کثرت سے نکاح کرتے، زندہ لڑکیوں کو قبر میں دفن کرتے اور بری بری باتوں میں سب ایک طریقے پر چلتے تھے، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سیدھی راہ دکھلائی کہ بتوں کو چھوڑ دین اور خدائے واحد کی پرستش کرین تو وہ غصہ ہو کر بے معنی اعتراض کرنے لگے کسی نے کہا اَجَعَلَ الْاٰلِھَةَ اِلٰھًا وَّاحِدًا کیا اس نے (سب) معبودوں کا (کھوج کھوکر) ایک ہی معبود کر دیا

اور کسی نے اپنے اگلوں کی تقلید پر ثابت قدم رہ کر کہا کہ مَا سَمِعْنَا بِھٰذَا فِیٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِیْنَ ہ ہمنے تو ایسی بات اپنے اگلے باپ دادون سے سنی نہین۔

بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَیْنَا عَلَیْہِ اٰبَآءَنَا۔ نہیں جی ہم تو اُسی (طریقے) پر چلینگے جس پر ہم نے اپنے بڑون کو (چلتے ہوئے) پایا۔

جب ان لوگون کے دلون کی سیاہی کے سبب سے ان باتوں کا اثر نہ ہوا
تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت صاف اور روشن دلیلوں سے جو بدیہی
تھین اور اُن کی سمجھ میں آسکتی تھین حق کو اُن پر ثابت کیا اور مخلوق کے وجود سے
خالق کے وجود پر حجت قائم کی اور بذریعہ وحی کے یون فرمایا اَفِی اللّٰہِ شَکٌّ فَاطِرِ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کیا تم کو خدا کے ہونے میں شک ہے جو آسمان وزمین کا بنانیوالا ہے۔
اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنایا
اور آسمان کو چھت۔

اَلَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیَاحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَیَبْسُطُهٗ فِی السَّمَآءِ کَیْفَ یَشَآءُ وَیَجْعَلُهٗ کِسَفًا
فَتَرَی الْوَدْقَ یَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ پھر (خدا) جس طرح چاہتا ہے (کبھی) بادل کو (سارے)
آسمان میں پھیلاتا اور (کبھی) اسکو ٹکڑے (ٹکڑے) کر دیتا ہے تو (اے مخاطب) تو دیکھتا ہے
کہ بادل کے بیچ میں سے مینہ نکلا چلا آتا ہے۔

وَھُوَ الَّذِیْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْکُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِیًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْیَةً تَلْبَسُوْنَهَا وَتَرَی
الْفُلْکَ مَوَاخِرَ فِیْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ۝ اور وہی (قادر
مطلق) ہے جس نے (ایک اعتبار سے) دریا کو (تمہارا) مطیع کر دیا ہے تاکہ اُس میں سے تم (مچھلیاں
نکال کر اُن کا تازہ) تازہ گوشت کھاؤ (اور نیز) اُس میں سے زیور (کی چیزیں یعنی جواہرات) نکالو
جن کو تم لوگ پہنتے ہو اور اے (مخاطب) تو کشتیوں کو دیکھتا ہے کہ (پانی کو) پھاڑتی ہوئی دریا
مین چلی جارہی ہیں اور (دریا کو اسلئے بھی تمہارا مطیع کر دیا ہے) تاکہ تم لوگ خدا کا فضل
(یعنی تجارت کے فائدے) تلاش کرو اور تاکہ (آخر کار ان سب منفعتوں پر نظر کرکے خدا کا) شکر ادا کرو

اسی طرح اللہ تعالی کی اُن پاک صفات کو جو اُسکی ذات اور شان کے
لائق ہین بیان کرکے تعریف کی اور جو اُسکی کبریائی کے لائق نہ تھیں اُن سے اسی
کو پاک ثابت کیا، خدا کی وحدانیت ثابت کرنے کے لئے ارشاد فرمایا:-

لَوْ کَانَ فِیْھِمَا آلِھَۃٌ اِلَّا اللّٰہُ لَفَسَدَتَا ط اگر زمین و آسمان میں خدا کے سوا اور معبود ہوتے تو (زمین و آسمان دونوں کبھی کے) برباد ہو گئے ہوتے۔

وَ مَا کَانَ مَعَہٗ مِنْ اِلٰہٍ اِذًا لَّذَھَبَ کُلُّ اِلٰہٍ بِمَا خَلَقَ اور نہ اس کے ساتھ کوئی اور خدا ہے ورنہ ہر ایک خدا اپنی مخلوقات کو الگ لئے پھرتا۔

اور بت پرستی کی برائی میں یہ آیت پیش کی وَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِہٖ آلِھَۃً لَّا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا وَّ ھُمْ یُخْلَقُوْنَ وَلَا یَمْلِکُوْنَ لِاَنْفُسِھِمْ مَوْتًا وَّ لَا حَیَاتًا وَّ لَا نُشُوْرًا اور کافروں نے خدا کے سوا (دوسرے دوسرے) معبود اختیار کر رکھے ہیں جو کسی چیز کو پیدا نہیں کرتے بلکہ وہ (خود دوسرے کے) بنائے ہوئے (اور پیدا کئے ہوئے ہیں اور خود اُن کا اپنا بُرا بھلا (بھی) اُن کے اختیار میں نہیں اور نہ مرنا اور نہ جینا اور نہ (مر کے پیچھے جی) اُٹھنا اُن کے اختیار میں ہے۔

اور قیامت کے وجود کو جو کہ عام سمجھ سے باہر ہے روشن دلیلوں سے ثابت کیا مَنْ یُّعِیْدُ الْخَلْقَ کون لوٹائے گا خلق کو (یعنی دوبارہ زندہ کرے گا)
قُلْ یُحْیِیْھَا الَّذِیْٓ اَنْشَاَھَآ اَوَّلَ مَرَّۃٍ ط (اے پیغمبر تم اس گستاخ سے) کہو کہ جس نے ہڈیوں کو اول بار پیدا کیا تھا وہی ان کو (دوبارہ بھی) جلا اُٹھائے گا۔

چونکہ عرصہ دراز سے کوئی پیغمبر نہیں آیا تھا۔ اس لئے نبوت کے سمجھنے اور اس کے مسائل کے متعلق لوگوں میں طرح طرح کی غلطیاں پیدا ہو گئی تھیں، اور بہت سی باتیں اپنی طرف سے گھڑ لی تھیں جو محض اوہام پر مبنی تھیں، وہ نبوت کو بشریت (انسان کی حیثیت) سے بالاتر اور خدائی کا ایک جزو سمجھنے لگے تھے، اس لئے اُنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا، اور ان کی پیغمبری کے دعوے کو حیرت کے ساتھ سُنا اور تعجب سے کہتے تھے اَبَعَثَ اللّٰہُ بَشَرًا رَّسُوْلًا۔ کیا آدمی کو اللہ نے رسول بنا کر بھیجا۔

مَالِھٰذَا الرَّسُوْلِ یَاْکُلُ الطَّعَامَ وَیَمْشِیْ فِی الْاَسْوَاقِ یہ کیسا رسول ہے جو کھانا کھاتا اور بازاروں میں پھرتا ہے۔

اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور طعنہ کے کہا:۔ لَنْ نُّؤْمِنَ لَکَ حَتّٰی تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ یَنْبُوْعًا اَوْ تَکُوْنَ لَکَ جَنَّۃٌ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْھٰرَ خِلٰلَھَا تَفْجِیْرًا اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ کَمَا زَعَمْتَ عَلَیْنَا کِسَفًا اَوْ تَاْتِیَ بِاللّٰہِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ قَبِیْلًا اَوْ یَکُوْنَ لَکَ بَیْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰی فِی السَّمَآءِ۔ ہم تو اُس وقت تک تم پر ایمان لانے والے ہیں نہیں کہ (یا تو) ہمارے لئے کوئی چشمہ زمین سے بہا نکالو یا کھجوروں اور انگوروں کا تمہارا کوئی باغ ہو اور اُس کے بیچ بیچ میں تم بہت سی نہریں جاری کر دکھاؤ یا جیسا تم کہا کرتے تھے آسمان کے ٹکڑے ہم پر لا گراؤ یا خدا اور فرشتوں کو (ہمارے) سامنے لاکر کھڑا کردو یا (رہنے کیلئے) کوئی تمہارا طلائی گھر ہو یا آسمان میں چڑھ جاؤ۔

تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدائے عزوجل کے حکم سے اُن کے سامنے پیغمبری کے راز کو نہایت صاف طور پر بیان کردیا کہ:۔ قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَکُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰہِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَکُمْ اِنِّیْ مَلَکٌ (اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہو کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس خدا (کی سرکار) کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں تم سے کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔[۱]

[۱] اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئیے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی معجزہ صادر نہیں ہوا یا معجزہ صادر ہونا ناممکن تھا۔ کیونکہ قرآن مجید میں پہلے پیغمبروں کے اکثر معجزات کا تذکرہ ہے اور یہ ظاہر ہے کہ ان معجزات سے مذہب پھیلانے میں بڑی مدد ملی اور اکثر لوگ محض معجزات دیکھکر ایمان لائے لیکن پھر بھی بہت سے ایسے شقی القلب لوگ تھے جو معجزے دیکھکر بھی منکر رہے معجزے کے متعلق اس قدر لوگوں کو خیال ہوگیا تھا کہ نبوت کو بغیر معجزے کے کوئی چیز ہی نہ سمجھتے تھے۔ بات بات پر معجزہ طلب کرتے تھے لیکن ایسا کرنا گویا نجابت پر ستی تھی (ملاحظہ ہو صفحہ آئندہ)

قُلْ لَّآ اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہُ وَلَوْ کُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَکْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ (اے پیغمبر ان لوگوں سے کہو کہ میرا اپنا ذاتی نفع نقصان بھی میرے اختیار میں نہیں (میں بہتر ا چاہوں) مگر وہی ہو کر رہتا ہے جو خدا چاہے۔ اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو اپنا بہت سا فائدہ کر لیتا اور مجکو (کسی طرح کا) گزند (ہی) نہ پہنچتا۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰٓی اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ (اے پیغمبر تم لوگوں سے) کہو کہ میں (بھی) تم ہی جیسا بشر ہوں (مگر) مجھ پر وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود بس (وہی) ایک معبود ہے۔

اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ۔ میں تو بس اُسی حکم پر چلتا ہوں جو میری طرف وحی کیا جاتا ہو

اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ وَّ بَشِیْرٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ۔ میں تو اُن لوگوں کو جو ایمان لانا چاہتے ہیں (دوزخ کا) ڈر اور بہشت کی خوشخبری سُنانے والا ہوں۔

اِنِّیْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰہَ مُخْلِصًا لَّہُ الدِّیْنَ وَ اُمِرْتُ لِاَنْ اَکُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِیْنَ

(باقی حاشیہ صفحہ گذشتہ) میں مدد دینا تھا اور چونکہ آنحضرت خاتم النبیین تھے اور قرآن کریم تمام مخلوق کی ہدایت کے لئے نازل کیا گیا اور قیامت تک کے لئے اس کے احکام قابل عمل قرار دیئے گئے لہذا اشاعت کا طریقہ بھی نہایت روشن، صاف، اور معتدل اختیار کیا توحید و رسالت، حشر و نشر، عذاب و ثواب، اور تمام عقائد و احکام مذہب کو ایسی عمدہ اور دل نشین دلیلوں سے ثابت کیا کہ جس کے بعد کسی معجزہ کی ضرورت ہی نہ تھی۔ غرض خداوند کریم نے تمدن و تہذیب اخلاق و معاشرت، اور عقائد و احکام اور اپنی یکتائی و لا انتہائی کو مخلوق کے سامنے ایسے عمدہ دلائل سے پیش کیا ہے کہ ہٹ دھرمی تو دوسری چیز ہے لیکن چون وچرا کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔ واقعی ایسے شہنشاہ بے مثل کی طرف سے جو ازلی و ابدی ہے انسان اشرف المخلوقات کی نجات اور تکمیل تہذیب و اخلاق کے لئے ایسی ہی چیز کی ضرورت تھی جیسی کہ کلام مجید ہے جو الفاظ و معنی کے لحاظ سے خود ایک معجزہ ہے۔

(اے پیغمبر اُن لوگوں سے) کہو کہ مجکو (تو خدا کے یہاں سے یہی) حکم ملا ہے کہ میں خالص خدا ہی کی فرمانبرداری مد نظر رکھکر اُسی کی عبادت کیا کروں اور نیز ہمکو یہ حکم ملا ہے کہ میں سب سے پہلے مسلمان بنوں۔

قُلْ إِنِّيٓ أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ۔ (اے پیغمبر اُن لوگوں سے) کہو کہ اگر میں اپنے پروردگار کی نافرمانی کروں تو (اس صورت میں) مجھے بڑے (سخت) دن (یعنی روز قیامت) کے عذاب سے بہت ہی ڈر لگتا ہے۔

وَلَا يَأْمُرَكُمْ أَن تَتَّخِذُوا الْمَلَائِكَةَ وَالنَّبِيِّينَ أَرْبَابًا ط اور وہ تم سے (کبھی بھی) نہیں کہیگا کہ فرشتوں اور پیغمبروں کو خدا مانو۔

قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ (اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہدو کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو کہ اللہ (بھی) تم کو دوست رکھے۔

جب ان لوگوں کے دلوں میں خدا کی وحدانیت کا یقین ہوگیا اور طبیعتوں میں سعادت حاصل کرنے کی استعداد پیدا ہوگئی تو آپ نے اُن کو خوشخوئی اور نیک کرداری سکھائی اور وہ عادتیں جو ملت و معاشرت کو اعلیٰ مرتبہ پر پہنچاتی ہیں اُن کو بتائیں، اور فطری خصائل، پاکیزگی نفس اور آداب زندگی کی ایسی مکمل تعلیم دی جو انسان کی تمام ضروریات کو مکتفی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ لَّيْسَ الْبِرَّ أَن تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ (مسلمانو!) نیکی یہی نہیں ہے کہ نماز میں) اپنا منہ مشرق کی طرف کرلو یا مغرب کی طرف کرلو بلکہ (اصل) نیکی تو اُن کی ہے جو اللہ پر ایمان لائے۔

وَآتَى الْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ اور مال (عزیز) اللہ کی حب پر رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو دیا کرو اور (غلامی وغیرہ کی) قید سے لوگوں کی گردنیں چھڑایا کرو

وَلَا تَاكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۞ ایک دوسرے کا مال خورد برد نہ کرو اور نہ مال کو حاکموں کے پاس رسائی پیدا کرنے کا) ذریعہ گردانو تاکہ لوگوں کے مال میں سے (تھوڑا بہت جو) کچھ (ہاتھ لگے اُس کو) جان بوجھکر ناحق ہضم کر جاؤ۔

وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ ۠ وَلَا تَاكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ۔ اور یتیموں کے مال اُن کے حوالے کرو اور مال طیب کے بدلے مال حرام نہ لو اور اُن کے مال اپنے مالوں میں ملاکر خورد برد نہ کرو۔

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا۔ جب تم کو کسی طرح پر سلام کیا جائے تو تم (اس کے جواب میں) اُس سے بہتر سلام کرو یا (کم سے کم) ویسا ہی جواب دو۔

اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ۔ شراب اور جوا اور بت اور پانسے ان میں کا ہر ایک کام تو بس ناپاک شیطانی کام ہے تو اس سے بچے رہو۔

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۞ لوگو افلاس کے ڈر سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو۔

لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ اور کسی کی جان کو جس کا مارنا اللہ نے حرام کر دیا ہے ناحق قتل نہ کرنا۔

لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ (اے مخاطب) جس بات کا تجھکو علم (یقینی) نہیں (ناحق) اُس کے پیچھے نہ ہو لیا کر۔

لَا تَمْشِ فِى الْاَرْضِ مَرَحًا ط زمین میں اکڑ کر نہ چلا کر۔

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ۞ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۞ ایمان والے (اپنی) مراد کو پہنچ گئے (اور یہ) وہ (لوگ ہیں) جو اپنی نماز میں عاجزی کرتے اور وہ جو نکمی باتوں کی طرف رُخ نہیں کرتے۔

وَالَّذِینَ ھُمْ لِاَمٰنٰتِہِمْ وَعَہْدِہِمْ رٰعُوْنَ ۝ اور جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا پاس لحوظ رکھتے ہیں۔

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ ھَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَہُمُ الْجٰھِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ۝ اور (خدائے) رحمٰن کے (خاص) بندے تو وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلیں اور جب جاہل اُن سے (جہالت کی) باتیں کرنے لگیں تو (اُن کو) سلام کریں (اور الگ ہو جائیں)

وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا وَکَانَ بَیْنَ ذٰلِکَ قَوَامًا ۝ اور جو خرچ کرنے لگیں تو فضول خرچی نہ کریں اور نہ بہت تنگی کریں بلکہ اُن کا خرچ افراط و تفریط کے درمیان بیچ کی راس ہو۔

وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا کِرَامًا ۝ اور جو اتفاقاً بیہودہ مشغلوں کے پاس ہو کر گزریں تو وضعداری کے ساتھ گذر جائیں۔

وَاَمْرُھُمْ شُوْرٰی بَیْنَہُمْ اور اُن کے ا(جتنے) کام ہیں آپس میں مشورے (سے ہوتے) ہیں۔

تبلیغ علی الاعلان | پہلے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کی دعوت چپکے چپکے فرماتے تھے۔ خدیجہؓ اور حضرت علی ابن ابی طالبؓ (جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں پرورش پاتے تھے اور آں حضرت ہی اُن کے کفیل تھے) اور حضرت ابو بکرؓ جنکا نام عبد اللہ تھا ایمان لائے اس کے بعد حضرت ابو بکر کی ترغیب سے عثمان ابن عفانؓ اور عبد الرحمٰن بن عوفؓ اور سعد بن ابی وقاصؓ اور زبیرؓ اور طلحہؓ مسلمان ہوئے جب اس صورت سے تین برس گذر گئے تو آیۃ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ اور (خاص کر) اپنے قریب کے رشتہ داروں کو عذاب خدا سے ڈراؤ! نازل ہوئی۔

اس حکم کی تعمیل میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ کو بلا کر ارشاد فرمایا۔ کہ کھانا تیار کرایا جائے۔ اور مطلب کی اولاد کو جمع کیا جائے چنانچہ ان سب کو

جنکی تعداد چالیس تھی دعوت دیگئی اُن میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حمزہؓ ابو طالب اور عباسؓ بھی مدعو تھے جب سب آگئے اور کھانا کھا چکے تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلسلۂ گفتگو شروع کرنا چاہا کہ ابو لہب[1] نے فضول باتیں کرکے مجلس درہم برہم کردی۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ سے فرمایا کہ کل پھر اسی طرح کھانا تیار کرایا جائے۔ چنانچہ دوسرے روز جب کھانا کھاکر بیٹھے تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہوکر فرمایا کہ میں خدا کے حکم سے تم کو اُس کے راستہ پر بلاتا ہوں اس کام میں کون میری مدد کے لئے اُٹھتا ہے۔ یہ سُنکر سب نے منہ پھیر لیا لیکن اُن میں سے علیؓ نے کہا کہ میں حاضر ہوں اگرچہ سب سے چھوٹا ہوں اور میری آنکھیں دُکھتی ہیں اور دُبلا پتلا ہوں۔ علیؓ کی اس بات پر سب ہنستے ہوئے اُٹھکر چلے گئے۔

قریش کی مخالفت اور ایذا رسانی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بدستور توحید کا وعظ فرماتے اور بتوں کی بُرائیاں بیان کرتے تھے جس سے سب لوگ دشمنی پر آمادہ ہوگئے مگر ابو طالب ہمیشہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمنوں سے بچائے رکھتے تھے ایک روز قریش کے چند آدمی کہ اُن میں عتبہ اور شیبہ ابو جہل اور ولید بن مغیرہ بھی تھے، ابو طالب کے پاس آئے اور اُنہوں نے کہا کہ تمہارا بھتیجہ ہمارے مذہب اور ہمارے بتوں کی بُرائیاں کرتا ہے اب یا تو تم اُس کو منع کردو یا تم درمیان میں مت پڑو تاکہ ہم اُس سے خود سمجھ لیں، ابو طالب نے لطف و نرمی سے اُن کو لوٹا دیا اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُسی طرح اپنا کام کرتے رہے دوسری مرتبہ وہ لوگ پھر غصے میں بھرے ہوئے ابو طالب کے پاس آئے اور

[1] ابو لہب آنحضرت کا سوتیلا چچا تھا اور نہایت سنگدل تھا، سورہ تبت ید ابی میں اُس کا اور اُسکی بیوی کا ذکر ہے، یہ عورت آپ کے راستہ میں کانٹے بچھایا کرتی تھی اسلئے اسکو سورۃ میں خدا نے حمالۃ الحطب لکڑیاں لانے والی

کہنے لگے کہ اگر اب کی مرتبہ تم نے اُن کو نہیں رُوکا تو ہم تم دونوں کو سمجھ لیں گے اور دونوں فریق میں سے ایک نہ ایک ہلاک ہو جائے گا۔ اسپر ابو طالب نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اے بھتیجے تم نے یہ کیا کام کیا ہے۔ اس کہنے سے آپ سمجھے کہ یہ بھی بیزار ہو گئے فرمایا کہ "اگر میرے ایک ہاتھ میں آفتاب[1] اور دوسرے میں ماہتاب کو رکھ دیں اور کہیں کہ اس کام کو چھوڑ دو تو بھی میں نہ چھوڑوں گا" یہ فرما کر آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور اُن کے پاس سے چلے گئے۔ ابو طالب نے آپ کو آواز دیکر بلایا اور کہا کہ جو چاہو کہو میں ہرگز تم کو دشمنوں کے حوالے نہ کرونگا

اس کے بعد ہر ایک کافر مسلمانوں کے آزار کے درپے ہو گیا اور وہ جس قبیلہ میں جس کسی کو بے چارہ اور ناتواں پاتے اُسکو طرح طرح کی تکلیفیں دیتے تاکہ یہ اسلام سے پھر جائے۔ اُن بے چاروں میں ایک بلال[2] رضہ تھے۔

اُمیہ ابن ابی خلف اُن کو سخت گرمی کے دنوں میں گرم ریت پر کبھی مُنہ کے بل اور کبھی پیٹھ کے لٹاتا اور بھاری پتھر اُن کے سینے پر رکھ دیتا اور کہتا کہ میں تجھکو اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک کہ تو مر نہ جائے یا محمدؐ سے پھر نہ جائے" انہیں مظلوموں سے ایک لبینہ نامی کنیز بھی تھیں جن کو عمر رضہ نے بہت تکلیفیں پہنچائیں۔ جب تھوڑی دیر کو چھوڑ دیتے تو کہتے کہ میں نے تجھ کو بخشا نہیں ہے بلکہ خود عاجز ہو کر چھوڑ دیا ہے، پھر ابو بکر رضہ نے ان دونوں یعنی لبینہ اور بلال رضہ کو خرید کر آزاد کر دیا تھا۔ انہیں مظلوموں میں ایک زبیرہ تھیں

---

[1] آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس جملہ سے یہ مطلب تھا کہ خواہ مجھکو کیسی ہی بڑی چیزیں کیوں نہ دیجائیں میں دعوت اسلام سے باز نہ رہوں گا، یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ دنیا ادہر کی اُدہر ہو جائے جب بھی اس کام کو نہ چھوڑوں گا۔

[2] حضرت بلال حبشی تھے اور اُمیہ ابن ابی خلف یہودی کے غلام تھے۔

جنکی آنکھیں ابوجہل کی سختیوں کی وجہسے جاتی رہی تھیں۔ ابوجہل نے اُن سے کہا لات[۱] و عزیٰ نے تیری آنکھیں لے گئے اُنہوں نے کہا اُن کو کیا خبر یہ تو تقدیر کا لکھا تھا جو پورا ہوا، غرض اسی طرح بہت سے مسلمانوں نے تکلیفیں اُٹھائیں لیکن صبر کیا اور ثابت قدم رہے۔

اسلام حضرت عمر رضہ

اس کے بعد عمر رضہ اسلام لائے اور وہ بڑے بہادر آدمی تھے ایک روز آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے لئے تلوار کھینچکر روانہ ہوئے راستہ میں اُنکو ایک شخص ملا اُس نے کہا کہ محمدؐ کو کیا قتل کرنے جاتے ہو خود تمہاری بہن[۲] اور بہنوئی مسلمان ہو چکے ہیں، یہ سُنکر پہلے عمر رضہ اُن کے گھر گئے، وہاں پہنچے تو اُن کو قرآن پڑھتے سُنا اُن کو جب عمر رضہ کے آنے کا حال معلوم ہوا تو قرآن کو چھپا کر رکھدیا اور خاموش بیٹھ گئے۔ عمر رضہ نے اپنی بہن کو اسقدر مارا کہ اُنکے بدن سے خون جاری ہوگیا، وہ کہنے لگیں آپ جو چاہیں کریں میں محمدؐ کے دین سے نہ پھرونگی۔

عمر رضہ یہ سُنکر اور اُن کو زخمی دیکھکر شرمندہ ہوئے اور کہا کہ جس لکھی ہوئی چیز کو تم پڑھ رہے تھے وہ کہاں ہے میں بھی دیکھوں کہ محمدؐ کیا لائے ہیں، پھر عمر رضہ نے اُسکو لیکر پڑھا اور اُن کے دل میں خوف پیدا ہوا اور خباب رضہ سے جو وہاں قرآن پڑھایا کرتے تھے کہا کہ مجھکو محمدؐ کے پاس لے چلو۔ جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر پہنچے تو بند پایا۔ اندر آنے کی اجازت چاہی، جب اجازت مل گئی اور اندر داخل ہوئے تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھکر اُن کی طرف تشریف لائے اور اُن کا دامن پکڑ کر کہا، اے خطاب کے بیٹے کیا کام

[۱] لات و عزیٰ دو بڑے بتوں کا نام ہے۔

[۲] بہن کا نام فاطمہ اور بہنوئی کا نام سعید تھا۔

کے لئے آئے ہو" عمر رضؓ نے کہا کہ میں خدا اور رسول پر ایمان لانے آیا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نعرۂ تکبیر (اللہ اکبر) بلند کیا اور تمام مسلمانوں نے بھی تکبیر کہی۔ عمر رضؓ نے کہا کہ قریش میں سے ایسا کونسا آدمی ہے جو کسی واقعہ کو سُنکر فوراً سب میں پھیلا دیگے لوگوں نے کہا کہ ایسا شخص جمیل ابن معمر ہے، عمر رضؓ اُس کے پاس گئے اور کہا کہ میں مسلمان ہوگیا ہوں وہ اُسی وقت اُٹھکر کعبہ کی طرف گیا اور لوگوں کو پکار پکار کر کہنا شروع کیا کہ "اے گروہ قریش عمر رضؓ مُرتد ہوگیا"

عمر رضؓ بھی اُس کے پیچھے پیچھے روانہ ہوگئے تھے کہنے لگے "یہ جھوٹ کہتا ہے میں تو مسلمان ہوگیا ہوں" یہ سُنکر تو سب کے سب عمر رضؓ سے لپٹ پڑے عمر رضؓ نے کہا جو چاہو کرو ہم اگر تین سو آدمی ہوجائیں پھر دیکھیں کہ مکہ میں ہم رہتے ہیں یا تم اس اثنا میں عاص بن وائل نے آکر کہا اس شخص کو چھوڑ دو اس کی قوم بنی عدی خود اس کو نہ چھوڑے گی، یہ سنکر سب باز رہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفار کی وجہ سے سخت تکلیف میں تھے آپ کی سب ہنسی اُڑاتے، کوئی کہتا یَا اَیُّہَا الَّذِیْ نُزِّلَ عَلَیْہِ الذِّکْرُ اِنَّکَ لَمَجْنُوْنٌ ۝ اے شخص جس کے ذہن میں یہ سمایا ہے کہ اُس) کو (خدا کے یہاں سے) قرآن نازل ہوا ہے تحقیق تو دیوانہ ہے۔

قُلُوْبُنَا فِیْ اَکِنَّۃٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَا اِلَیْہِ وَفِیْ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَیْنِنَا وَبَیْنِکَ حِجَابٌ

جس بات کی طرف تم ہمکو بُلاتے ہو ہمارے دل تو اُس سے پردوں میں ہیں (کہ تمہاری بات) ہمارے کانوں میں (ایک طرح کی) گرانی ہے (کہ جو تم کہتے ہو سُنائی نہیں دیتا) اور ہم میں اور تم میں (ایک طرح کا) پردہ حائل ہے۔

اَبَعَثَ اللّٰہُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝ کیا اللہ نے آدمی کو رسول بناکر بھیجا۔

اِنَّ ھٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِیْنٌ ۝ تحقیق یہ البتہ ساحر ہے ظاہر۔

اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ بَلِ افْتَرَاهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ۞ بلکہ لگے کہنے کہ یہ تو پریشان خیالات کا مجموعہ ہے یا اس نے یہ جھوٹی باتیں اپنے دل سے بنالی ہیں یا یہ شاعر ہے۔

اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ۞ کہ قرآن (میں اور رکھا ہی کیا ہے اس میں) تو صرف اگلوں کی کہانیاں ہی کہانیاں ہیں۔

لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِیْهِ ۞ سنو ہی مت اور (سنانے لگیں تو) اس کے (بیچ بیچ) غل مچادیا کرو۔

اِنَّمَا یُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ط سوائے اس کے نہیں کہ اسکو آدمی سکھلاتا ہے۔

اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ط کیا ہم بھی اسی طرح ایمان لے آئیں جس طرح کہ اور احمق ایمان لائے

ابولہب اور ابوجہل اور امیہ ابن خلف اور حارث ابن قیس اور ولید ابن مغیرہ اور عاص ابن وائل یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دینے میں بہت سخت تھے برا کہتے تھے اور مسخراپن کرتے تھے یہانتک کہ آپ کے دروازہ پر گوبر اور ناپاک چیزیں ڈالدیتے تھے اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وعظ فرمانے کے لئے کھڑے ہوتے تو جھٹلاتے، پتھر پھینکتے اور شور کرتے تھے۔

ہجرت اصحاب بسوئے حبشہ | جب رسول اللہ نے دیکھا کہ آپ کے ساتھ آپ کے پیرو بھی رنج و تکلیف میں مبتلا ہیں تو آپ نے ان کو اجازت دیدی کہ جس شخص کا کوئی حامی و مددگار نہ ہو وہ حبش کو چلا جائے کیونکہ حبشہ کا بادشاہ کسی پر ظلم نہیں کرتا اور جب تمہارا ساز و سامان خدا درست کردے تو یہیں آجانا۔ چنانچہ عثمان ابن عفان معہ اپنی بی بی رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور زبیر ابن العوام وغیرہ کے جو دس آدمی تھے ماہ رجب سنہ ۵ نبوی میں بسواری کشتی نجاشی بادشاہ حبشہ کے پاس چلے گئے، اسلام میں یہ پہلی ہجرت تھی۔ ان کے بعد جعفر ابن ابی طالب گئے۔ پھر مسلمانوں نے پیہم حبشہ کو جانا شروع کردیا یہاں تک کہ مہاجرین

کی تعداد مردوں میں تراسی تک اور عورتوں میں اٹھارہ تک پہنچ گئی۔

قریش نے مسلمانوں کی طلب میں عبداللہ اور عمر ابن عاص کو تحفے دیکر نجاشی کی خدمت میں بھیجا اور مسلمانوں کو اُس سے طلب کیا مگر اُنکی درخواست کو نجاشی نے قبول نہیں کیا اور وہ لوگ ناکام واپس آئے۔

قریش اور بنی ہاشم میں قطع تعلقات جب قریش نے دیکھا کہ اسلام دن بدن ترقی پر ہے تو انہوں نے ...... آپس میں عہد کیا کہ بنی ہاشم اور بنی مطلب سے بیاہ شادی اور لین دین نہ کرینگے اور عہد نامہ لکھکر بیت اللہ کے اندر لٹکا دیا۔ ابہر تمام بنی ہاشم جن میں مسلمان اور کافر دونوں شامل تھے ابوطالب کے گروہ میں داخل ہو گئے مگر ابولہب (جس کا نام عبدالعزیٰ ابن عبدالمطلب تھا) اُن سے قطع تعلق کرکے قریش کے ساتھ جا ملا اور اسی حالت میں تمام بنی ہاشم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تین برس تک رہے۔

واپسی مہاجرین بسوئے مکہ اس عرصہ میں مہاجرین کو (حبشہ میں) یہ خبر پہنچی کہ مکہ والوں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ اس سبب سے مہاجرین میں سے تینتیس ۳۳ آدمی واپس آئے جب مکہ کے قریب پہنچے تو اس خبر کی غلطی ان کو معلوم ہوئی۔ اب تو کوئی بھی علانیہ مکہ میں نہیں آسکتا تھا۔

عہد نامہ کا چاک کرنا اس عرصہ میں چند لوگ اس معاہدہ کے توڑنے کے لئے آمادہ ہو گئے۔ اور حجیوں کے قریب جمع ہوئے۔ اُنہوں نے آپس میں عہد و پیمان کیا زہیر ابن امیۃ المخزومی نے کہا کہ میں سب سے پہلے یہ کام کروں گا۔ اگلے روز صبح کو سب پھر جمع ہوئے اور زہیر خانہ کعبہ کا طواف کرکے لوگوں کی طرف گئے اور کہا کہ اے مکے والو ہمارے لئے تو ہر قسم کا کھانا اور لباس موجود ہے لیکن بنی ہاشم کی یہ حالت ہے کہ وہ کسی چیز کی خرید و فروخت نہیں کرسکتے

خدا کی قسم جب تک میں اس ظالمانہ عہد نامہ کو نہ چاک کرا لونگا خاموش نہ بیٹھونگا
ابو جہل نے کہا کہ تو نے یہ کیا کہا میں ہرگز اسکو چاک نہیں کرنے دونگا زمعہ
ابن اسود کہنے لگے خدا کی قسم تو نے جھوٹ کہا اُس کے لکھنے کے وقت ہم نے اپنی
رضامندی ظاہر نہیں کی تھی پھر مطعم نے اُٹھکر اُس کو پھاڑ ڈالا۔

وفات ابو طالب و ام المومنین خدیجہ رضہ ماہ شوال سنلہ نبوی میں ابو طالب[1] کا انتقال
ہو گیا اور اس کے بعد حضرت خدیجہ[2] رضہ نے وفات پائی

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طائف تشریف لیجانا ایک طرف تو آں حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو یہ پے در پے صدمے پہنچے دوسری طرف ہمسایوں نے آپ کو آزار
پہنچانے پر کمر باندھی یہاں تک کہ کوئی سر مبارک پر خاک ڈالتا اور کوئی نماز کی

[1] ابو طالب زندگی بھر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے مددگار رہے اور انکی وجہ سے کسیکو طاقت
نہ تھی کہ آنحضرت کو تکلیف پہنچا سکے۔ اور اُنکی حایت میں اس حضرت کو اشاعتِ اسلام کا بڑا موقعہ
ملا تھا انتقال کیوقت آنحضرت نے اُنسے اصرار کیا کہ اگر آپ ایک بار بھی کلمہ شہادت پڑھیں تو اس غفور الرحیم
کے سامنے شہادت دونگا کہ آپکا خاتمہ اسلام پر ہوا تھا، ابو طالب نے کہا کہ میں اس طعنے کے مقابلہ میں جو
اسلام کے قبول کرنے پر کیا جائیگا آتش دوزخ منظور کرتا ہوں۔

[2] حضرت خدیجہ رضہ نے تمام مرد اور عورتوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا تھا جب مشرکین کی تکلیفات
پہنچانے سے آں حضرت رنجیدہ ہوتے تو حضرت خدیجہ رضہ آپ کی تسکین کرتی تھیں۔ غار حرا میں جہاں آپ
پر وحی نازل ہوئی اور جب حضرت جبرئیل نے اقرأ پڑھائی تو آپکو ایک تکلیف محسوس ہوئی اور جب آپ وہاں
سے مکان پر واپس آئے تو اس تکلیف کے آثار نمایاں تھے۔ حضرت خدیجہ رضہ سے سب واقعہ بیان کیا آپنے تسلی
دی اور اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جو ایک بہت بڑا کتب سماوی کا عالم تھا اُس نے
یہ سب سنکر کہا کہ آپکو خداوند کریم نے نبوت عطا کی ہے اس واقعہ سے معلوم ہوگا کہ سب سے پہلے جنہ اسلام قبول کیا وہ ایک
خاتون کی ذات مقدس تھی اور جس نے وحی کو سنا در وحی کے شدائد میں تسکین دی وہ ایک برگزیدہ خاتون ہی تھیں ۱۲

حالت میں بکری کی اوجھڑی آپ پر ڈالدیا تھا۔ ناچار آپ زید بن حارثہ کو اپنے
ساتھ لیکر طائف[۵] تشریف لے گئے وہاں قبیلہ ثقیف کے شرفا کی ایک جماعت
کو توحید کی طرف متوجہ کیا اُن میں سے ایک نے کہا کہ آپ ہی تو رہ گئے تھے کہ
خدا نے آپ کو رسالت پر معمور کیا اور دوسرے کو نہ بھیجا۔ دوسرے شخص نے کہا
کہ خدا کی قسم میں تم سے ہرگز بات نہیں کرونگا کیونکہ اگر تم پیغمبر خدا ہو جیسا کہ تم
کہتے ہو تو یہ نہایت خطرناک بات ہے کہ تم کو جواب دوں اور اگر تم نے خدا پر
جھوٹ باندھا ہے تو تم اس لائق نہیں کہ میں تم سے بات کروں،، پھر پیغمبر خدا اُن
کے پاس سے اُٹھ گئے اور اُنہوں نے جاہلوں اور لڑکوں کو بھڑکا دیا وہ گالیاں
دینے اور شور و غل مچانے لگے، ہر طرف سے لوگ جمع ہو گئے اور آپ کو ریلتے
ہوئے ایک دیوار تک لے گئے وہاں پیغمبر خدا کھڑے ہو کر فرمانے لگے
"اے خدا تو جو سب مہربانوں سے مہربان ہے تیرے ہی آگے اپنی ناتوانی اور بیچارگی
ظاہر کرتا ہوں،، پھر یہاں سے مکہ لوٹ گئے۔ اور وہاں مسلمانوں کو اور زیادہ
تکلیف میں مبتلا پایا۔

زمانہ حج میں تبلیغ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طریقہ تھا کہ حج کے دنوں
میں قبائل عرب کے پاس جو مکہ میں آتے تشریف لے جاتے اور اُن کو خدا کی
طرف بلاتے اور فرماتے "اے بنی فلان مجھکو خدا نے تمہاری طرف بھیجا ہے اور
فرمایا ہے کہ اُس کی عبادت کرو اور کسی کو اُس کا شریک مت بناؤ،،
ابولہب چلاتا کہ تم سے یہ لات و عزیٰ کے ترک کرنے کو کہتا ہے تم ہرگز مت سنو
آپ کندہ، کلب اور بنی حنیفہ و بنی عامر کے پاس بھی تشریف لے گئے۔

---

[۵] طائف مکہ معظمہ سے تین منزل سرسبز و شاداب مقام ہے اور آب و ہوا نہایت
روح پرور ہے آجکل بھی سبز میوے اور تمام ترکاریاں وہیں سے آکر مکہ میں فروخت ہوتی ہیں ۱۲

اُنہوں نے بھی آپ کی بات کو قبول نہ کیا، عامریوں میں سے ایک شخص نے کہا کہ ہم اطاعت قبول کریں اور خدا تم کو مخالفوں پر فتح دیوے تو تم اپنے بعد حکومت کی باگ ہمارے ہاتھ میں دیسکتے ہو، آپ نے فرمایا کہ یہ خود خدا کے ہاتھ میں ہے، جس کو چاہے دے" اُس نے کہا "پھر کیا فائدہ جو ہم اپنی ذات کو خطرہ میں ڈالیں اور حکومت دوسروں کے ہاتھ میں رہے"

اسلام انصار[1] ایک روز آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عقبہ[2] کے قریب قبیلہ خزرج کے ایک گروہ سے جو مدینہ میں رہتا تھا ملاقات فرمائی اور اپنی عادت کے موافق اُن کے سامنے اسلام پیش کیا اور تھوڑا سا قرآن پڑھ کر سنایا وہ کُل چھ آدمی تھے، سب نے اُسی وقت اسلام قبول کیا، اور جب یہ لوگ مدینہ واپس آئے تو اُنہوں نے دوسرے لوگوں سے یہ حال بیان کیا یہاں تک کہ یہ بات تمام مدینہ میں پھیل گئی۔ دوسرے سال حج کے دنوں میں بارہ آدمی انصار کے آئے اور اُنہوں نے اس بات پر بیعت کی کہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے۔ چوری اور بدکاری نہ کریں گے، اور نہ لڑکیوں کو قتل کریں گے، جب یہ لوگ مدینے کو جانے لگے تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکے ہمراہ مصعب بن عمیر کو کر دیا تاکہ اُنکو اسلام کے احکام سکھایا کریں۔

مدینہ میں اسلام اب تو مدینے کے ہر گوشے میں اسلام کی روشنی چمکنے لگی اور کوئی گھر ایسا نہ رہا کہ جس میں کوئی نہ کوئی مرد یا عورت مسلمان نہ ہو، کچھ عرصہ کے بعد مصعب ابن عمیر معہ تہتر مسلمانوں کے مکے واپس آئے سب نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا کہ ایام تشریق[3] کے درمیان بمقام عقبہ حاضر ہونگے

[1] انصار ناصر کی جمع ہے اور مدینہ منورہ کے اُن باشندوں کو کہتے ہیں جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی تھی۔ اُن کی اولاد آجتک انصار کہلاتی ہے۔ [2] مکہ معظمہ کے قریب ایک گھاٹی ہے۔
[3] ۱۱ لغایۃ ۱۳ ذی الحجہ کے دنوں کو ایام تشریق کہتے ہیں

آپ معہ اپنے چچا حضرت عباسؓ کے کہ وہ اسوقت تک مشرک تھے وہاں تشریف
لے گئے، حضرت عباسؓ نے کہا اے گروہ خزرج تم جانتے ہو کہ محمدؐ ہم میں بڑی عزت
اور مرتبہ کا آدمی ہے باوجود اس کے تمہارے ساتھ جانا چاہتا ہے اگر تم اس کی
مدد کے لئے مستعد ہو اور دشمنوں کے گزند سے اس کی حفاظت کر سکتے ہو تو
اسکو لیجاؤ ورنہ ابھی یہیں چھوڑ جاؤ، انصارین سے ایک شخص نے کہا کہ اے
گروہ خزرج تم جو یہ سمجھتے ہو کہ کس شرط پر تم بیعت کرتے ہو سیاہ و سُرخ (اقوام
عرب و عجم) کے ساتھ لڑائی مول لیتے ہو پھر اگر بیزار ہو گئے تو خدا کی قسم ذلت
و خواری کا داغ دُنیا و آخرت میں تمہاری پیشانی پر رہیگا اور اگر اُس کے پورا کرنے
پر مستعدی ظاہر کرتے ہو تو ہاتھ بڑھا کر اس کو پکڑو تاکہ دنیا اور آخرت میں سربلند
ہو جاؤ سب نے عرض کیا کہ ہم رسول اللہ کا ہاتھ پکڑتے ہیں اور جان و مال سے
اُن کے کام کے لئے حاضر ہیں - اس کے بعد سب نے اس بات پر بیعت کر لی کہ جس طرح
اپنے زن و فرزند کی حفاظت کرتے ہیں اُسی طرح سے ہم آں حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی بھی نگہبانی کرتے رہیں گے، پھر وہ لوگ مدینے کو واپس چلے گئے
آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے بھی فرمایا کہ تم بھی چلے جاؤ،
چنانچہ وہ بھی ہجرت کر گئے، آپ کے ساتھ صرف علیؓ اور ابو بکرؓ رہ گئے آپ نے
بقیہ ایام ذی الحجہ اور محرم و صفر کے مہینوں کو مکہ میں بسر کیا اور ربیع الاول
کے مہینے میں خود جانے کا بھی مصمم ارادہ کر لیا۔

ہجرت

آں حضرت کے متعلق کفار قریش کا مشورہ جب قریش کو انصار کے اسلام لانے کا حال
معلوم ہوا تو غصہ سے اپنے ہاتھ ملنے لگے اور مسلمانوں کو اور زیادہ تکلیف

پہنچانے لگے۔ آں حضرتؐ کے مدینے تشریف لے جانے سے اُن کو اور زیادہ اندیشہ ہوا "دارالندوہ" میں (جو مشورے کا مکان تھا اور قصی ابن کلاب نے اُس کی بنیاد ڈالی تھی اور جس میں عرب کے لوگ مشورے کے لیے جمع ہوا کرتے تھے) سب مشورہ کے لیے جمع ہوئے، ایک نے کہا تم نے دیکھا اس شخص کا کام کہاں سے کہاں تک پہنچا ہم کو خوف ہے کہ کسی روز اپنے پیروؤں کے ساتھ ہمارے اوپر حملہ کرے، لہٰذا ہمکو چاہیئے کہ اس کی نسبت کوئی رائے قائم کریں، کسی نے کہا کہ اس کو زنجیر سے باندھ کر گھر میں قید کر دیں اور دروازہ چُن دیں، پھر کسی اور نے کہا کہ اس کو شہر سے باہر نکالدیں اور پھر اس سے مطلب نہ ہو کہ کہاں گیا، ابوجہل نے کہا کہ ہم ہر قبیلہ سے ایک ایک آدمی منتخب کرلیں اور یہ سب آدمی ایک ساتھ اُس پر وار کریں تاکہ اس کا خون ہر قبیلہ کی گردن پر ہو، اس صورت میں بنی ہاشم ان سب قبیلوں کے ساتھ لڑائی نہ کر سکیں گے، سب لوگ اس رائے کے ساتھ متفق ہو گئے۔

آں حضرتؐ اور ابوبکرؓ کی مکہ سے روانگی، اور غار ثور میں قیام

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس مشورہ کی خبر پہنچی تو آپ نے علی رضؓ سے فرمایا کہ میرے بستر پر سو رہو، اُس وقت کفار آپ کے دروازہ پر جمع تھے مگر سو گئے تھے، آپ نے کفار کو سوتا ہوا چھوڑا اور خفیہ طور پر ابوبکرؓ کے مکان پر تشریف لے گئے وہاں سے اُن کو اپنے ساتھ لیا، اور عبداللہ ابن ارقط کو (جو مشرک تھے) اپنا رہبر بنایا اور غار ثور کی طرف جو مکہ کے نشیب میں ایک پہاڑ ہے تشریف لیگئے اور تین روز وہاں قیام فرمایا ابوبکرؓ کی بیٹی اسماء[1] دونوں کے لئے کھانا لے جاتی تھیں، قریش ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے اُسی غار تک پہنچے۔ ابوبکرؓ نے اُن کی آواز

[1] حضرت اسماء کو ذات النطاقین بھی کہتے ہیں ؟

سُنکر شکستہ دل ہوئے اور کہنے لگے کہ آج دشمنوں نے ہمکو ڈھونڈھ لیا۔ آپ نے فرمایا کہ "غمگین مت ہو خدا ہمارے ساتھ ہے" پھر تین روز کے بعد غار ثور سے باہر نکلکر مدینہ کا راستہ اختیار کیا اور گیارھویں ربیع الاول پیر کے دن دوپہر کے وقت مدینہ پہنچے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم محلہ قبا[۵۱] مین کلثوم بن ہدم کے پاس اُترے جمعرات تک وہاں قیام فرمایا اور مسجد قبا کی بنیاد ڈالی جس کی شان مین یہ آیت نازل ہوئی لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِیْہِ ط (ہان وہ مسجد کہ جسکی بنیاد شروع دن سے پرہیزگاری پر رکھی گئی اُس کا البتہ حق ہے کہ تم اُس میں کھڑے ہوا کرو (امامت کیا کرو)

پھر جمعہ کے دن قبا سے باہر تشریف لائے۔

یہاں انصار مین سے جس کا گھر راستہ میں پڑتا وہی آپ کے ناقہ[۵۲] کو پکڑتا اور عرض کرتا کہ "یا رسول اللہ یہاں تشریف لائیے" آپ ارشاد فرماتے کہ اس کا راستہ مت روکو چھوڑ دو"

ناقہ چلتے چلتے اُس جگہ پر جہاں مسجد نبوی ہے خود بخود بیٹھ گیا، اس جگہ سے ملا ہوا گھر ابوایوب انصاری کا تھا، آں حضرت ناقہ پر سے اُتر پڑے۔ ابو ایوب کجاوہ کو اپنے گھر لیگئے اور آں حضرت نے اُن ہی کے گھر مین اُسوقت تک قیام فرمایا کہ مسجد نبوی[۵۳] اور آپ کا گھر تیار ہو گیا۔

[۵۱] قبا فصیل مدینہ سے باہر ایک محلہ ہے [۵۲] اونٹنی [۵۳] آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ نفس نفیس مدینہ شریف مین مسجد بنائی دیوارین پتھر اور گارے کی تھین چھت کھجور کی لکڑی اور پتون سے پاٹی گئی تھی جس زمین مقدس پر یہ مسجد بنائی گئی ہے وہ دو یتیم بچوں سہل و سُہیل کی ملکیت تھی ان بچوں نے نہایت شوق سے یہ زمین نذر کرنی چاہی لیکن آپ نے اصرار کر کے اُس کی قیمت ادا کی۔

مواخاۃ مہاجرین و انصار	پیغمبر خدا نے مہاجرین اور انصار کے درمیان بھائی بندی[1] قائم کی حتیٰ کہ اُن کی وراثت اور مال و متاع میں دونوں برابر کے شریک ہو گئے۔

سنہ ۲ھ دوسرے سال قبلہ کی تحویل[2] ہوئی، آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ پہنچنے کے بعد سے کل اٹھارہ مہینے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی گئی اور اسی سال رمضان کے روزے فرض ہوئے،

---

[1] اس بھائی بندی کے عہد کو عقد مواخات کہتے ہیں۔

[2] نماز مکہ میں فرض ہو گئی تھی۔ اور حضرت بلالؓ کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤذن منتخب کیا تھا وہ بڑے بلند آواز تھے، پہلے آں حضرت بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا فرمایا کرتے تھے، لیکن مدینہ منورہ میں مسجد حرام کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم نازل ہوا، تحویل قبلہ شعبان کے نصف مہینے میں ہوئی جب مہینہ ختم ہونے کو آیا تو روزے فرض کئے گئے۔

غزوات وسرایات[1]

غزوہ بدر سنہ ۲ھ

اسی سال غزوہ بدر کبریٰ واقع ہُوا اور اس غزوہ کا سبب یہ تھا کہ جب سے مسلمانوں نے مدینہ کو ہجرت کی قریش کسی وقت اپنے مکر سے باز نہ رہے یہاں تک کہ ابوجہل ایک دن چھپ کر آیا اور عیاش ابن ربیعہ کو فریب دے کر مکے لے گیا اور وہاں لیجاکر بند کر دیا اور اسی طرح ہمیشہ مسلمانوں کے درپے رہا، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی جاسوس بھیجتے تاکہ اُن کی کارروائیوں سے بخوبی واقفیت ہو اور اُن کے دفع کرنے کی کوشش کی جائے۔ اب یہ حالت ہوگئی تھی کہ دونوں طرف مخالفت بڑھ گئی اور چھوٹے چھوٹے جھگڑے واقع ہونے لگے۔ اس عرصہ میں قریش کا ایک قافلہ شام سے آیا جس کا سردار ابوسفیان تھا۔ لوگوں نے ابوسفیان سے کہا کہ محمد تمہاری فکر میں ہیں۔ اُس نے قریش کو خبر بھیجی اور مکہ کے بہت سے لوگ اُس کی مدد کو آگئے، صرف ابولہب نہیں آیا۔ یہ سب نوسو پچاس مردانِ جنگی تھے اور اُن کے ساتھ سَو گھوڑے بھی تھے، جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا حال معلوم ہوا تو آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ اُٹھو تیار رہو، کچھ لوگ مستعدی کے ساتھ اُٹھ کھڑے ہوئے اور کچھ سُستی میں پڑے رہے کچھ آدمیوں نے چاہا کہ قافلہ لوٹ لیں مگر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند نہ فرمایا۔ القصہ مدینہ منورہ سے روانہ ہو کر قریش کو آنے

---

[1] جن لڑائیوں میں آپ بہ نفس نفیس شریک تھے اُن کو غزوہ اور جن میں آپ شریک نہیں ہوئے بلکہ کسی صحابی کو سردار بنا کر بھیجا اُن کو سریہ کہتے ہیں۔

سے روک دیا جس کا تذکرہ قرآن مجید میں اسطرح ہے۔ کَمَآ اَخْرَجَکَ رَبُّکَ مِنْ بَیْتِکَ بِالْحَقِّ وَاِنَّ فَرِیْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ لَکٰرِهُوْنَ یُجَادِلُوْنَکَ فِی الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَیَّنَ کَاَنَّمَا یُسَاقُوْنَ اِلَی الْمَوْتِ وَهُمْ یَنْظُرُوْنَ ۝ وَاِذْ یَعِدُکُمُ اللّٰهُ اِحْدَی الطَّآئِفَتَیْنِ اَنَّهَا لَکُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَیْرَ ذَاتِ الشَّوْکَةِ تَکُوْنُ لَکُمْ وَیُرِیْدُ اللّٰهُ اَنْ یُّحِقَّ الْحَقَّ بِکَلِمٰتِهٖ وَیَقْطَعَ دَابِرَ الْکٰفِرِیْنَ ۝ تمہارے پروردگار نے (لڑائی کے دو پہلوؤن مین سے صحیح پہلو اختیار کر کے تم کو گھر سے نکلنے پر آمادہ کیا اور مسلمانون کا ایک گروہ (تمہارے نکل کھڑے ہونے سے اُس وقت بھی) ناخوش تھا کہ وہ لوگ (حق بات کے) ظاہر ہوئے پیچھے تمہارے ساتھ حق بات مین لگے جھگڑا کرنے (اور مارے ڈر کے پیچھے ہٹنے) گویا اُن کو (زبردستی) موت کی طرف دھکیلا جاتا ہے اور وہ (موت کو آنکھوں سے) دیکھ رہے ہین اور (مسلمانو یہ وہ وقت تھا) جب خدا تم سے وعدہ فرماتا تھا کہ (مشرکین مکہ کی) اُن دو جماعتون میں سے (کوئی سی) ایک (بھی تم لڑائی کے لئے اختیار کر لوگے تو وہ) تمہارے ہاتھ آجائیگی اور تم چاہتے تھے کہ جس مین (لڑنے کا) بوتہ نہیں وہ تمہارے ہاتھ آجائے اور اللہ کی مرضی یہ تھی کہ اپنے حکم سے (دین) حق کو قائم کرے اور کافرون کی جڑ بنیاد کاٹ ڈالے۔

تیسری ماہ رمضان سنہ ۲ھ کو تین سو تیرہ آدمیوں نے اس مہم کی تیاری کی ان میں سے ستّر مہاجر اور باقی انصار تھے، مقداد اور زبیر ابن العوام بس یہی دو سوار تھے اور چونکہ اونٹ ستّر سے زیادہ نہ تھے اس لئے نوبت بہ نوبت اُن پر سوار ہوتے تھے، آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور علی رض اور زید رض کے درمیان صرف ایک اونٹ تھا اور ابو بکر رض اور عمر رض اور عبد الرحمٰن رض ابن عوف رض کے پاس بھی ایک اونٹ تھا اور یہی حال اوروں کا بھی تھا لوا[۱] کو مصعب بن عمیر رض

[۱] لوا اور رایت فوجی نشان کو کہتے ہیں اور رایت اُس نشان کو کہا جاتا ہے جو میر عسکر کے ہاتھ میں ہوتا ہے

نے لیا اور رایت[۱] علیؓ ابن ابی طالب کے ہاتھ میں تھا۔

جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سُنا کہ قریش کی تعداد نو سو اور ہزار کے درمیان ہے اور عتبہ اور شیبہ، ولید، ابو جہل، عمر ابن عبدود اور دوسرے سردار قریش بھی اُن میں موجود ہیں تو آپ نے اصحاب سے یہ فرمایا کہ اب مکہ نے اپنے جگر گوشوں کو تمہارے سامنے ڈال دیا ہے، اُن سے رائے طلب کی ابو بکرؓ اُٹھے اور اُنہوں نے ایک برجستہ تقریر کی، پھر عمرؓ کی باری آئی اُنہوں نے بھی داد سخن دی، پھر مقدادؓ اُٹھے اور اُنہوں نے کہا یا رسول اللہ کرو جس کا خدا نے آپ کو حکم دیا ہے۔ ہم آپ کے ساتھ ہیں قسم اللہ کی ہم ایسا نہیں کہیں گے جیسا بنی اسرائیل[۲] نے موسیٰ سے کہا کہ "جا تو اور تیرا خدا دونوں لڑو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں" قسم اللہ کی اگر آپ ہم کو برک الغماد (یعنی شہر حبش) میں لیجائینگے تو ہم آپ کے ساتھ ہو کر لڑیں گے۔ پھر آں حضرت صلعم نے فرمایا اے لوگو (انصار) ہمکو مشورہ دو، پس سعد ابن معاذؓ اُٹھے اور عرض کیا شاید آپ ہم سے مشورہ چاہتے ہیں آپ نے فرمایا "ہاں" سعد نے کہا کہ "میں آپ پر ایمان لایا ہوں" اُٹھئے خدا کی قسم جس نے آپ کو بھیجا ہے۔ اگر آپ ہم کو دریا میں لیجائینگے اور اُس کے اندر گھسیں گے تو ہم بھی گھسیں گے۔

قصہ مختصر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بدر کی طرف روانہ ہوئے اور اُس کے قریب نزول اجلال فرمایا۔ جب دونوں جماعتیں مقابلہ میں آئیں تو مشرکین کی طرف سے عتبہ، اور شیبہ، پسران ربیعہ اور ولید ابن عتبہ تھے، اور مسلمانوں میں سے عوفؓ اور معوذؓ پسران عفرا اور عبداللہ بن رواحہؓ

---

[۱] رایت اُس نشان کو کہا جاتا ہے جو امیر عسکر کے ہاتھ میں ہوتا ہے [۲] بنی اسرائیل مصر کی ایک مشہور قوم جو حضرت یعقوب کی نسل تھی جسکا ذکر جا بجا کلام مجید میں موجود ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام اس قوم کی ہدایت

میدان میں آئے کافروں نے اُن سے دریافت کیا کہ تم کون لوگ ہو اُنہوں نے کہا ہم انصار ہیں، کافروں نے کہا ہم کو تم سے کچھ غرض نہیں ہے۔ سردار عرب جو کہ ہمارے ہمسایہ ہیں وہ ہمارے سامنے آئیں، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ گفتگو سنکر فرمایا اے حمزہ اُٹھو، اے عبیدہ بن الحرث بن عبد المطلب اُٹھو اور علی اُٹھو، چنانچہ حمزہ رضہ میدان میں آئے اور فوراً شیبہ کو مار ڈالا اور پھر اسی طرح علی رضہ نے ولید کو خاک پر گرادیا، عبیدہ اور عتبہ دونوں نے ایک دوسرے پر خوب وار کئے اور ہر ایک نے اپنے مقابل کو زخمی کیا، عبیدہ رضہ گرے لیکن اسی اثنار میں حمزہ رضہ اور علی رضہ دونوں عتبہ کے اوپر جھپٹے اور اُس کو قتل کر دیا، عبیدہ رضہ کو اُٹھا کر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے، عبیدہ رضہ نے کہا "اے رسول خدا کیا میں شہید نہیں ہوا"، آپ نے فرمایا "نہیں تم نے شہادت حاصل کی"، پھر عبیدہ رضہ نے کہا کہ اگر آج ابو طالب زندہ ہوتے تو دیکھتے کہ اُن سے زیادہ میرا حق تھا کہ اُن کا یہ شعر پڑھتا،

و نسلمہ حتی نصرع حولہ	و نذھل من ابنائنا والحلائل
ہم اسکو اسوقت دشمنوں کے حوالہ کرینگے	اور اپنی بی بیوں اور بچوں کو بھی
جب خود اُس کے اردگرد ڈھیر ہو جائیں	فراموش کردیں۔

پھر ان دونوں گروہوں میں جنگ مغلوبہ ہوگئی اور سخت خونریزی واقع ہوئی اور بالآخر مشرکین نے شکست کھائی، جب مشرکین (جو اس لڑائی میں گرفتار ہوئے تھے) مدینہ پہنچے تو ان میں سہل ابن عمر کو ام المومنین حضرت سودہ رضہ نے دیکھکر کہا کہ تو نے عورتوں کی مانند اپنے آپ کو دشمنوں کے سپرد کیا، مردوں کی طرح کیوں نہ جان دی، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

لہ حضرت سودہ کے اُن الفاظ سے اندازہ ہوتا ہے کہ عرب کے مرد تو مرد (باقی ملاحظہ ہو صفحہ آئندہ)

یہ بات سُن لی اور فرمایا " اے سودہ خدا اور رسول کے ساتھ خبردار رہو"
اُنہوں نے کہا اے رسول خدا جب میں نے اس کو اس حال میں دیکھا تو مجھ سے ضبط نہ ہو سکا۔

آپ نے حکم دیا " کہ قیدیوں پر مہربانی کرو یہاں تک کہ اپنا کھانا اُن کے سامنے رکھو "

حاصل کلام قریش نے فدیہ دیکر قیدیوں کو چھڑالیا جن کی تعداد ستر تھی اس غزوہ میں کل چودہ مسلمان شہید ہوئے چھ ان میں سے مہاجرین تھے اور آٹھ انصار۔

پہلے تو قریش نے اپنے مقتولوں پر گریہ وزاری کی پھر کہا کہ ہمکو خاموش رہنا چاہیئے تاکہ محمد اور اُن کے اصحاب نہ ہنسیں۔

اسوَد ابن یغوث کے بیٹے زمعہ اور عقیل اور حارث قتل ہو گئے تھے اور وہ اُن پر گریہ وزاری کرنا چاہتا تھا۔ لیکن غیرت مانع ہوئی ناگاہ ماتم کی آواز سُنی خود نابینا تھا نہ جاسکا اپنے غلام سے کہا کہ شاید ماتم کی اجازت دیدی گئی ہے تو جاکر دریافت کر اور لوٹ کر مجکو خبر دے تاکہ زمعہ کے اوپر میں گریہ کروں میرے دل میں بڑی آگ بھڑک رہی ہے۔ غلام واپس آیا اُس نے کہا کہ ایک عورت کا اونٹ گم ہو گیا ہے وہ اُس کے فراق میں رو رہی ہے،

پھر اسوَد نے چند شعر پڑھے جن کا شروع یہ ہے:۔

أَتَبْكِي أَنْ يَضِلَّ لَهَا بَعِيرٌ ۔۔۔ وَيَمْنَعُهَا مِنَ النَّوْمِ السُّهُودُ

کیا وہ اُونٹ کے گم ہو جانے پر روتی ہے ۔۔۔ اور اُسے راتوں کو نیند نہیں آتی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اُنکی عورتیں تک جذبات قومی میں کسطرح ڈوبی ہوئی تھیں حضرت سودہؓ باوجودیکہ اسلام لاچکی تھیں لیکن مسلمان جنگ میں زندہ رہکر گرفتاری کو ایک ننگ و عار جانتی تھیں اور یہ کلمات اسی جذبہ سے بیساختہ زبان پر آگئے تھے۔ ۱۲

وَلَا تَبْکِیْ عَلٰے بَکْرٍ وَّ لَا کِنْ عَلٰی بَدْرٍ تَقَاصَرَتِ الْجُدُوْدِ
اونٹ پر کیا روتی ہے-؟ واقعہ بدر پر رو جس میں تقدیر نے کمی کی
تُبَکِّیْ اِنْ بَکَیْتِ عَلٰی عَقِیْلٍ وَبَکِّیْ حَارِثًا اُسْدَ الْاُسُوْدِ
اگر روتی ہے تو عقیل پر رو اور نیز حارث پر جو شیروں کا شیر تھا

غزوۃ السویق معرکۂ بدر میں شکست کے بعد ابوسفیان نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کرنے کی سخت قسم کھائی تھی چنانچہ تھوڑے ہی دنوں کے بعد وہ پھر دو سو سواروں کے ساتھ اُٹھ کھڑا ہوا اور اپنے جانے سے کچھ پہلے چند آدمیوں کو اس غرض سے مدینے بھیجا کہ یہ لوگ انصار کے چند آدمیوں کو مار ڈالیں۔ جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو سُنا اُسی وقت لڑائی کے لئے تیار ہو گئے۔ ابوسفیان معہ ہمراہیوں کے وہاں سے بھاگا اور اُن لوگوں نے بوجھ کم کرنے کی غرض سے اپنے ستوؤں (سویق) کی پوٹلیوں کو بھی چھوڑ دیا۔ اسی وجہ سے اس غزوہ کو غزوۃ السویق کہتے ہیں۔

عقد فاطمہ الزہرا رضہ اسی سال میں حضرت علیؓ کا عقد بی بی فاطمہ رضہ کے ساتھ ہوا اس کے بعد مشرکین ہمیشہ جلسے کیا کرتے تھے تاکہ مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے کے لئے تدبیریں سوچیں اور تعلبہ اور بنی سلیم وغیرہ بارہا جمع ہوئے مگر کوئی کام قابل تذکرہ نہ کر سکے۔

غزوۂ اُحد ۳ھ تیسرے سال میں غزوہ اُحد کا واقعہ ہوا اُس کی یہ صورت ہوئی کہ قریش کے چند سردار ابوسفیان کے پاس آئے اور اُس سے اور اُس کے دوستوں سے جو تجارت پیشہ تھے مدد چاہی اُنہوں نے یہ درخواست قبول کی اور عمرو ابن العاص وغیرہ چار آدمیوں کو مقرر کر کے

بھیجا کہ قوم عرب کو آمادہ جنگ کریں چنانچہ ثقیف اور کنانہ وغیرہ کا ایک گروہ جمع ہوا اور قریش معہ اپنے سرداروں اور حبشیوں کے لڑائی کے لئے آمادہ ہو گئے

جبیر بن مطعم نے اپنے حبشی غلام سے جس کا نام وحشی تھا اور لڑائی کے فن سے خوب واقف تھا وعدہ کیا کہ اگر تو محمدؐ کو قتل کرے گا تو میں تجھ کو آزاد کر دوں گا۔

ابو سفیان اِن سب کا سردار تھا اُس نے اپنی بیوی ہندہ کو بھی اپنے ساتھ لیا اور اسی طرح قریش کے اور سرداروں نے بھی اپنی بیویوں کو ہمراہ لیا تاکہ میدان جنگ سے نام و ننگ کے خوف سے بھاگ نہ سکیں۔ یہ عورتیں دف بجاتی تھیں اور بدر کے مقتولین پر مرثیہ پڑھتی تھیں تاکہ مشرکین کا خون جوش میں آئے اور اُنہی میں ابو عامر انصاری بھی تھا جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے علیحدہ ہو کر مکہ جاتا تھا۔ القصہ وہ سب لوگ روانہ ہوئے اور بدھ کے دن چوتھی شوال ۳ھ کو ذو الحلیفہ میں اُترے جو مدینہ کے قریب ایک مقام ہے۔ اس لشکر میں کل تین ہزار آدمی تھے جس میں سات سو زرہ پوش اور دو سو سوار تھے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر ہوئی تو چاہا کہ ہم مدینہ میں رہ کر ہی قلعہ بند ہو کر لڑیں لیکن بعض صحابہ کی یہ رائے ہوئی کہ مدینے سے باہر نکلیں چنانچہ آپ نے ابن کلثوم رضہ کو مدینہ کا والی مقرر کیا اور ایک ہزار آدمیوں کے ہمراہ جن میں سو زرہ پوش اور دو سو سوار بھی تھے شہر سے روانہ ہوئے، جب مدینہ اور اُحد کے وسط میں پہنچے تو عبداللہ بن اُبی جو بظاہر مسلمان تھا مگر دل میں نفاق رکھتا تھا ایک جماعت کو

لیکر لوٹ گیا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم برابر بڑھتے چلے جاتے تھے یہاں تک کہ عدوۃ الوادی میں اُترے اور لشکر کی پشت اُحد کی جانب رکھی ابو سفیان نے انصار کو پیغام بھیجا کہ ہمارے چچا کے بیٹے (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کو چھوڑ دو، ہم کو تم سے اور کچھ سروکار نہیں ہم لوٹے جاتے ہیں، انصار نے اس کے جواب میں ایسے الفاظ کہے جو مشرکین کو ناگوار گزرے اور وہ جنگ پر آمادہ ہو گئے۔

خالد بن ولید کے سپرد میمنہ کیا (دایاں حصہ) اور عکرمہ بن ابی جہل کو میسرہ (بایاں حصہ) پر رکھا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کمان داروں کو جنکی تعداد پچاس تھی لشکر کے پیچھے کھڑا کر دیا۔ مصعب بن عمیر کے سپرد علم کیا، اور زبیر کو گھوڑوں پر مقرر کیا، اور حمزہ رضہ نے لشکر کو دشمن کی جانب حرکت دی، جب دونوں گروہ مل گئے اور جنگ شروع ہو گئی تو ابو سفیان کی عورت ہندہ اپنی ہمراہی عورتوں کے ساتھ اُٹھی وہ عورتیں دف بجاتی تھیں اور ہندہ گاتی تھی۔

نَحْنُ بَنَاتُ طَارِقٍ	نَمْشِیْ عَلَی النَّمَارِقِ
ہم ستاروں کی بیٹیاں	اور فرشتوں پر چلنے والیاں ہیں
مَشْیَ الْقَطَا الْبَوَارِقِ	وَالْمِسْکُ فِی الْمَفَارِقِ
جس طرح قطا[۱] چلتا ہے	اور مشک ہماری مانگوں میں بھرا ہوا ہے
وَالدُّرُّ فِی الْمَخَانِقِ	اِنْ تُقْبِلُوْا نُعَانِقْ
موتی ہمارے گردنوں میں لگے ہوئے ہیں	اگر میدان جنگ میں تم لوگ آگے بڑھو تو ہم

۱؎ قطا ایک قسم کا چھوٹا سا پرندہ ہوتا ہے۔

اُولّٰیتمُ اَدبَارَ

لیکن اگر پیچھے ہٹے تو ہم تم سے قطع تعلق کرلیں گے

پھر مردوں نے نہایت استقلال کے ساتھ جنگ کی، حمزہؓ اور علیؓ ایک بڑے ہجوم کے اندر گھس کر غائب ہو گئے خدائے قادر نے مسلمانوں کو فتح نصیب کی اور مشرکین کے پاؤں اُکھڑ گئے لیکن کمانداروں کو مال غنیمت کا لالچ ہوا اور اُس جگہ سے ہٹ گئے جسکی نسبت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ یہاں سے ہرگز نہ ہٹنا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خالد نے مع اپنے آدمیوں کے مسلمانوں کے پیچھے سے حملہ کیا اور کمانداروں کو مار ڈالا مشرکین نے مسلمانوں کو دونوں طرف سے گھیر لیا اور غالب ہو گئے جو پتھر وہ پھینکتے تھے اُن میں سے ایک لب مبارک پر لگا جس سے نیچے کے چاروں دانتوں میں سے ایک دانت شہید ہو گیا، رخسارے اور پیشانی مبارک پر بھی زخم پہنچا۔ اس صدمہ سے آپ گر پڑے اور کاسۂ زانو مبارک (گھٹنا) چھل گیا، چند آدمی آپ کے آگے تھے جو حفاظت کے لئے جنگ کر رہے تھے اُن میں سے انصار کے پانچ آدمی شہید ہوئے،

ابو دجانہؓ آں حضرت کو اپنے آغوش میں لیے ہوئے تھے اُنہوں نے اپنے آپ کو آں حضرتؐ کی سپر بنا دیا تھا تیر آ آ کر اُنکی پیٹھ پر چھدتے تھے، مصعبؓ بن عمیر بھی اس کوشش میں شہید ہو گئے اُن کے قاتل نے یہ سمجھا کہ میں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کیا ہے وہ قریش کی طرف پلٹا اور اُسنے کہا کہ میں نے

ؔ۱ اس لڑائی میں ام عمارہ بھی یا نسیبہ بنت کعب مازنیہ بھی جو ایک صحابیہ تھیں لڑائی دیکھنے کی غرض سے گئیں تھیں، جب تک مسلمان غالب رہے یہ لڑائی کا تماشہ دیکھتی رہیں، لیکن جب شکست ہوئی تو آنحضرت کی حفاظت کے لیے پہنچیں اور لڑنے لگیں، ان کا شانہ بھی زخمی ہوا تھا اور اُنہوں نے بھی بہت سے وار حملہ آوروں پر کئے تھے ۱۲۔

محمدؐ کو قتل کر دیا جس سے مسلمانوں میں پریشانی پھیل گئی اور حالت دگرگون ہو گئی
مگر چند آدمی جن میں علیؓ اور ابو بکرؓ اور عمرؓ وغیرہ تھے اپنی جگہ پر قائم رہے۔

اس درمیان میں انسؓ ابن نصیر نے مہاجرین کے چند آدمیوں کو دیکھا
کہ انہوں نے لڑائی سے ہاتھ کھینچ لیا ہے اُن سے دریافت کیا کہ کیوں لڑائی میں
کوشش نہیں کرتے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ تو قتل ہو گئے، انس نے کہا کہ اُن
کے بعد ہماری زندگی کیا کام آئے گی اب ہمیں بھی اس کام میں جان دیدینی چاہیے
جس میں انہوں نے جان دی۔ پھر وہ سب جم گئے اور نہایت ہی ثابت قدمی
کے ساتھ قتل و قتال کرتے رہے یہاں تک کہ خود بھی شہید ہو گئے، (جب معلوم
ہوا کہ آنحضرت صحیح و سالم ہیں تب سب لوگ ایک محفوظ جگہ میں جمع ہو گئے)

اس لڑائی میں ہندہ اور اُس کی ساتھ کی عورتوں نے مرے ہوئے مسلمانوں
کے ناک کان کاٹ لئے اور ہندہ نے حمزہؓ کے پہلو کو (جو شہید ہو چکے تھے) چیر کر
جگر نکال لیا اور اُسکو چبا ڈالا، ابو سفیان اپنے آدمیوں کے ساتھ پہاڑ پر چڑھا
اور بلند آواز سے کہنے لگا، الحرب بیننا سجال یوم بیوم اُعلُ ھبل، لڑائی ہمارے
درمیان ایک گردش کرنے والی چیز ہے اُسدن (بدر) کا بدلا آج (یوم اُحد) ہو گیا۔ ہُبل
اپنے دین کی تائید کر۔

جب ابو سفیان آواز دے کر لوٹ گیا کہ آئندہ سال پھر جنگ کے لئے تیار
رہو تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی سے فرمایا کہ شہدا کو دیکھو چنانچہ
انہوں نے دیکھنا شروع کیا، سعدؓ انصاری کو دیکھا کہ ابھی تک رمق جان باقی
ہے سعد نے اُن سے کہا کہ رسول اللہ کی خدمت میں میرا اسلام پہنچا کر کہنا کہ خدا
آپ کو جزائے خیر دے اس جزا سے جو کسی نبی کو اس کی اُمت کی طرف سے دیجاتی
ہے اور ہماری قوم سے کہنا کہ جب تک تمہاری آنکھہ کی پتلی حرکت کرتی ہے

اگر پیغمبر خدا کو کوئی تکلیف پہنچی تو خدا کے آگے تمہارا کوئی عذر نہ چلیگا۔ بس
اسقدر کہنے کے بعد سعدؓ نے انتقال کیا۔

حمزہؓ کی بہن صفیہ آئیں کہ اپنے بھائی کی لاش کو دیکھیں، آپ نے اُن کے
بیٹے سے فرمایا کہ اُن کو روک دو کہیں اپنے بھائی کے اس حال کو نہ دیکھ لیں؛
زبیرؓ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اُن کو روک دیا۔

حمزہؓ کی بہن نے کہا کہ میں نے سُنا ہے کہ میرے بھائی کا مثلہ کیا ہے (یعنی ناک
اور کان کاٹ ڈالے ہیں) خدا کی راہ میں تو یہ ایک ادنیٰ بات ہے، حمزہؓ کے
جنازے کے پاس آکر نماز جنازے کی پڑھی اور جب شہیدوں کو دفن کر چکے
اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوٹ آئے تو انصار کی ایک عورت کو
جس کا باپ اور شوہر دونوں شہید ہو چکے تھے لوگوں نے دیکھا کہ جب اُنکو اُن
لوگوں کے شہید ہونیکی خبر پہنچی تو کہنے لگیں کہ پہلے رسول اللہ کا حال بیان کرو
کہ وہ کیسے ہیں لوگوں نے کہا کہ وہ اسی حال میں ہیں جس میں تم چاہتی ہو کہا پھر
انکو دیکھنا چاہتی ہوں، جب اُن کی نگاہ چہرۂ ہمایوں پر پڑی تو کہنے لگیں:۔

"جب آپ موجود ہیں تو سب غم ہیچ ہیں"

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگ اُحد سے شنبہ کے دن واپسی ہوئی

غزوہ حمراء الاسد سنہ ۳ھ

اسی سال میں غزوہ حمراء الاسد بھی واقع ہوا اس کی
صورت یہ ہوئی کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خیال سے کہ مشرکین آئے
ہیں باشتیاق تمام اپنے اصحاب کے ساتھ مدینہ سے باہر کوچ فرمایا۔ تاکہ مشرکین
مسلمانوں کی شان و شوکت کو دیکھیں اور آپ مدینے سے روانہ ہو کر حمراء الاسد
(جو مدینہ سے سات میل ہے) پہنچے۔

ابو سفیان مشرکین کی جماعت کے ساتھ مسلمانوں کے استقبال کے

[illegible] رہا تھا، راستہ میں معبد الخزاعی سے ملاقات ہوئی پوچھا کہ تمہاری طرف
کیا حالت ہے کہا کہ محمد ایک جماعت کے ساتھ باہر تشریف لائے ہیں اُنکی مثل
میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ یہ سنکر مجبورًا ابوسفیان مکہ کو لوٹ گیا۔

سریہ رجیع سنہ ۴ھ | ماہ صفر سنہ ۴ھ میں سریہ رجیع ہوا اور اس سریہ کا سبب
یہ تھا کہ عضل اور قارہ کے آدمیوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس
حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہمارے ساتھ کسی کو کر دیجئے تاکہ وہ ہم کو شریعت کے
احکام سکھایا کرے آپ نے چھ آدمیوں کو اُن کے ساتھ کر دیا جب وہ مقام
رجیع پر (بنی ہذیل کے پانی کا مقام تھا) پہنچے تو اُنہوں نے مسلمانوں کے ساتھ دغا
کی مسلمانوں نے بھی مقابلہ کیا جن میں سے تین آدمی شہید اور باقی تین قید ہوگئے
ان قیدیوں کو مکہ میں لیگئے اور قریش کے ہاتھ بیچڈالا جنہوں نے سب کی
گردن ماردی۔

سریہ بیر معونہ | اسی سال صفر ہی کے مہینہ میں سریہ بیر معونہ واقع ہوا اسکی
یہ صورت پیش آئی کہ ابو براء آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور
عرض کیا کہ اگر نجد والوں کی طرف چند آدمیوں کو آپ بھیجدیں تو اُمید ہے کہ
وہ آپ کی دعوت کو قبول کرینگے، آپ نے فرمایا کہ مجکو اصحاب کی جان کا اندیشہ
ہے اُس نے کہا کہ اس کا میں ضامن ہوں، پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
منذرؓ انصاری کو مع چالیس برگزیدہ مسلمانوں کے بھیجدیا، جب وہ بیر معونہ
پر (جو مدینہ سے چار مرحلہ دور ہے) اُترے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا
نامہ عامر ابن طفیل کے پاس بھیجا جو اُن کا سردار تھا تو اُس نے نامہ بر کو مارڈالا
اور صحابہ کے قتل کرنے کے لئے جمع ہوگئے۔ چنانچہ مکر و فریب سے سب
اصحاب شہید کردئیے گئے۔ مگر کعب ابن زید جو زخموں کا بہانہ کرکے شہدائے

میں پڑے ہوئے تھے بچ گئے اور بالآخر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے۔

غزوہ بدر ثانیہ | اسی سال شعبان کے مہینے میں غزوہ بدر دوبارہ ہوا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابوسفیان کے اعلان جنگ بر مدینہ سے باہر تشریف لاکر بدر کی جگہ اُترے اور آٹھ رات تک وہاں قیام فرمایا لیکن ابوسفیان مرالظہران تک پہنچ کر لوٹ گیا۔

آں حضرت کا کتابت سیکھنے کے لئے حکم دینا | اس سال آں حضرت صلی اللہ وسلم نے زید ابن ثابت کو کتابت سیکھنے کا حکم دیا۔

ولادت حسین رضؓ | بعض کا قول ہے کہ اسی سال میں حضرت امام حسین ابن حضرت علی رضؓ پیدا ہوئے۔

غزوہ خندق ۵ھ | ۵ھ میں غزوہ خندق واقع ہوا اور اُس کی یہ صورت ہوئی کہ یہودان بنی نضیر ایک گروہ جمع کر کے قریش کے پاس مکہ پہنچے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے انکو برانگیختہ کیا اور کہا کہ جب تک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو برباد نہ کرلیں گے ہم تمہارے مددگار رہینگے قریش نے اس بات کو منظور کرلیا۔ اس کے بعد وہ قبیلہ غطفان کے پاس آئے اُن سے بھی ایسا ہی کہا اُنہوں نے بھی منظور کیا۔ پھر قریش ابوسفیان اور غطفان عتبہ کی سرداری میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑنے کو نکلے آپ نے سُنا تو سلمان فارسیؓ کی رائے کے مطابق خندق کھودنے کا حکم دیا۔ قریش معہ دس ہزار آدمیوں کے سامنے آئے اور ہائے مجرومہ کی گذرگاہ کی جگہ مقیم ہوئے۔

غطفان نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ اُحد کے پہلو پر قیام کیا اور بنی قریظہ

جنہوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معاہدہ کیا تھا اُن کو اہل قریش نے اس طرح مکر و فریب میں پھنسا لیا کہ سب نے اُنہوں نے معاہدہ کو توڑ دیا اور ان کے ساتھ مل گئے۔

مشرکین نے خندق کے گرد بیس روز تک محاصرہ رکھا دونوں طرف سے صرف تیر اندازی ہوتی رہی کئی دن کے بعد چند سوار قریش کے جن میں عمرو بن عبد ود اور عکرمہ بن ابو جہل تھے آئے اور خندق کے کنارے جو ایک تنگ جگہ تھی کھڑے ہوئے اور گھوڑوں کو دوڑایا عمرو بن عبد ود معلم بھی باہر آیا تاکہ لوگ اس کے مرتبہ کو پہچانیں اور اسی لئے اپنا مد مقابل چاہا۔ علی کرم اللہ وجہہ اس کے مقابلہ میں آئے اور اُنہوں نے ایک ضرب میں دشمن کو قتل کر دیا اس کے بعد اُن کے گھوڑے بھاگنے لگے۔

اللہ تعالیٰ نے اُن کے مابین اختلاف پیدا کر دیا سردی کے دن تھے اور ہوا تیز اور سرد چلتی تھی جس نے اُن کے مطبخ اور خیموں کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیا جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ یَا اَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ جَآءَتْکُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْہِمْ رِیْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْھَا۔ اے ایمان والو یاد کرو اللہ کے احسان کو اپنے اوپر جب آئیں تم پر فوجیں ہم نے بھیجی اُن پر ہوا اور وہ فوجیں جنکو تم نے نہیں دیکھا

قریش کو اس لڑائی میں شکست ہوئی اور غطفان والے اس کی خبر سُنکر واپس ہو گئے۔

غزوۂ بنو قریظہ اسی سال غزوۂ بنی قریظہ وقوع میں آیا۔ اس کی یہ شکل پیش آئی کہ یہودی مسلمانوں کے ساتھ سب سے زیادہ کینہ رکھتے تھے نہ کسی عہد پر قائم رہتے تھے اور نہ کسی وعدہ کو پورا کرتے تھے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بمقام مدینہ ہجرت کے ابتدائی زمانہ میں اُن سے امن کا عہد کر لیا تھا مگر جب بدر کی لڑائی کے

وقت اُنہوں نے عہد شکنی کی تو آپ اُن کی طرف تشریف لے گئے۔ اور فرمایا کہ تم اس روز سیاہ سے جو قریش کو پیش آیا خوف کرو وہ کہنے لگے اے محمد کیا ناز کرتے ہو تم کو اُس قوم سے کام پڑا ہے جو لڑائی سے ناواقف ہے اور وہ عہدنامہ آپ کے سامنے ڈالدیا۔ پھر آپ نے وسط شوال سنہ ۲ھ میں اُن کو دس روز تک محاصرہ میں رکھا۔ بعد ازاں اُنہوں نے اپنے آپ کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ کر دیا اور عبد اللہ بن اُبی نے کچھ عرض کیا اور گریبان مبارک تک ہاتھ لیجا کر خوشامد کی اور کہا اے محمد مہربانی فرمائیے۔ آپ نے حکم دیا کہ جلاوطن کئے جائیں۔ پھر کعب بن الاشرف یہودی سنہ ۳ھ میں مکہ گیا اور کشتگان بدر پر گریہ وزاری کی اور اُن لوگوں کو بھڑکا دیا، ابو رافع یہودی اُس کا دوست ہو گیا اور دونوں نے فتنہ برپا کیا، سنہ ۴ھ میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنی نضیر کی طرف چلے گئے تاکہ اُن سے ادائے دیت میں مدد چاہیں اور وہ اُلٹے آپ کے شہید کرنے کے لئے متفق ہو گئے آپ کو جب اسکی اطلاع ہوئی تو آپ نے اُن کا بھی محاصرہ کیا اور جب وہ محاصرے سے عاجز آگئے تو اُن کو بھی جلاوطن کئے جانے کا حکم دیا، لیکن بنو قریظہ نے باوجود اس کے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موافقت کا عہد لیا تھا قریش کے ورغلانے سے جنگ خندق کے وقت عہد توڑ دیا اور کھلم کھلا دشمنوں سے ملگئے جنگ خندق سے اگلے روز ہی آپ نے ان کا محاصرہ کیا اور پندرہ روز تک محاصرہ قایم رہا۔ جب وہ جان سے تنگ آگئے اور خدا نے اُن کے دلوں میں رعب ڈالدیا تو اُنہوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت قبول کر لی، بنی اوس جو بنی قریظہ کے حلیف تھے اُنہوں نے عرض کیا کہ:۔

"یا رسول اللہ جس طرح کہ موالی خزرج (یعنی بنو قینقاع) کے ساتھ معاملہ کیا ہے بنی قریظہ کے ساتھ جو ہمارے موالی ہیں معاملہ کریجیے"، آپ نے فرمایا "سعد جو اُنکے

ہمقوم تھے) کے حکم کو قبول کرتے ہو"؟ جواب دیا منظور ہے آں حضرت نے حکم دیا کہ سعد
کو بلاؤ چنانچہ وہ گئے اور سعد کو گدھے پر سوار کرا کے آپ کے سامنے لائے اور اُن سے
یہ کہتے آرہے تھے کہ اپنے موالی (قوم) کے ساتھ احسان کرو لیکن سعد نے حاضر ہو کر
کہا کہ" میں اُن کے حق میں حکم دیتا ہوں کہ یہ آدمی مار ڈالے جائیں اور ان کا مال
مسلمانوں پر تقسیم کیا جائے، اس کے بعد پیغمبر خدا مدینہ واپس تشریف لائے اور
بنو قریظہ کو ایک انصاری کے گھر بند رکھا اور پھر ایک ایک کی گردن ماردی گئی۔

غزوۂ بنی المصطلق | سنہ ۶ ہجری میں غزوہ بنی المصطلق اس طرح واقعہ ہوا کہ بنی المصطلق
نے مسلمانوں کی مخالفت پر ایک جم غفیر جمع کیا اور حارث کو اس کا سپہ سالار
بنایا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی آمادۂ جنگ ہوئے اور مسلمانوں اور
بنی المصطلق سے اُس آبگیر پر مقابلہ ہوا جو ان ہی مشرکین کا تھا۔ مشرکین نے پہلے
لڑائی کی کوشش کی اور پھر فرار ہو گئے۔

عمرہ | اسی سال ذی القعدہ کے مہینے میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کا
قصد کیا، اور بغیر کسی لڑائی کے قصد کے ایک گروہ کے ساتھ جس میں چودہ سو مہاجرین
و انصار ہوں گے مکہ کے ارادہ سے روانہ ہوئے اور ہدی (قربانی) کے لئے
ستر اونٹ روانہ کئے تاکہ معلوم ہو جائے کہ خانہ کعبہ کی زیارت کے لئے تشریف
لاتے ہیں جب موضع عسفان پر پہنچے تو بشر بن سفیان الکعبی آپ سے ملا اور عرض
کیا کہ" اے رسول اللہ قریش آپ کے آنے کا حال سُنکر ذی طوی کے آس
پاس جمع ہو گئے ہیں اور قسم کھائی ہے کہ آپ کو اس جگہ ہرگز نہ جانے دیں
اس کے بعد عروہ بن مسعود الثقفی جو اہل طائف کا سردار تھا قریش کا بھیجا
ہوا آیا اور کہا کہ قریش نے پلنگینہ (ایک قسم کا کپڑا ہوتا ہے جس میں چیتے
کی کھال جیسے گل ہوتے ہیں) پہنا ہے اور خدا کی قسم کھائی ہے کہ آپ کو

ہاتھ میں ہرگز نہ آنے دیں" اس گفتگو کے درمیان عروہ نے ریش مبارک کو چھونا
چاہا مغیرہ بن شعبہ نے جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے تھے اُس کے
ہاتھ کو جھٹک کر کہا کہ رسول اللہ کے منہ کی طرف سے ہاتھ الگ ہٹا، عروہ نے کہا
تو عجب کج خلق ہے" آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا۔ یہاں اُس نے
دیکھا کہ پیغمبر خدا اگر وضو فرماتے ہیں تو اصحاب گرتے ہوئے پانی کے لئے دوڑتے
ہیں اور اگر کوئی بال آپ کا گرتا ہے تو اُسی وقت اُٹھا لیتے ہیں، پھر جب وہ
قریش کے پاس آیا تو اُس نے کہا کہ میں خسرو اور قیصر کے ملک میں بھی گیا ہوں
مگر خدا کی قسم میں نے تو کوئی بادشاہ اُس قوم میں ایسا محترم نہیں دیکھا جیسا
کہ محمدؐ کو اپنے اصحاب میں پایا۔

بیعت الرضوان پھر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش میں نامہ و پیام شروع
ہوا اور آپ نے عثمانؓ بن عفان کو ابوسفیان اور اعیان قریش کے پاس سفیر بنا
کر بھیجا کہ اُن سے کہیں کہ ہم جنگ کے لئے نہیں آئے ہیں مگر اُنہوں نے عثمانؓ
کو پکڑ کر قید کر لیا۔

جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ اُن کو قید کر دیا تو آپ
نے فرمایا کہ میں یہاں سے اُس وقت تک نہیں ہٹوں گا جب تک اُن سے بدلہ نہ
لیلونگا پھر آپ نے لوگوں کو طلب فرمایا اور ایک درخت کے نیچے سب نے جان
پر کھیل جانے کی بیعت کی اور اس بیعت کو بیعۃ الرضوان کہتے ہیں۔

قریش اور آں حضرت کے مابین عہدنامہ اس کے بعد قریش نے آپ کے پاس سہیل کو
بھیجا کہ اس شرط پر صلح کر لیں کہ اگلی سال لوٹ جائیں، آں حضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے اسکو قبول فرمایا۔ اور حضرت علی کو بلا کر فرمایا لکھو "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم"
سہیل نے کہا میں اسکو نہیں جانتا بلکہ "باسمک اللھم" لکھو۔ چنانچہ ایسا ہی لکھا گیا، پھر

آپ نے فرمایا کہ لکھو کہ اس شرط پر رسول اللہ نے سہیل کے ساتھ صلح کی، سہیل نے کہا کہ اگر ہم جانتے کہ تم رسول اللہ ہو تو تمہارے ساتھ ہرگز جنگ نہ کرتے" اپنا نام اور اپنے باپ کا نام لکھواؤ، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے بموجب علی رض نے لفظ رسول اللہ کو مٹا دیا، الغرض ان شرطوں پر صلح کی گئی۔

(۱) دس برس تک ہم جنگ نہیں کرینگے۔

(۲) مشرکین کا کوئی آدمی جو محمدؐ کے پاس آئے اُس کو واپس کر دینگے۔

(۳) ہر شخص کو اختیار ہے کہ چاہے محمدؐ سے اور چاہے قریش سے عہد کرے اس میں کچھ مزاحمت نہ ہو۔

(۴) مسلمان اس سال لوٹ جائیں اور دوسرے سال قریش تین روز کے لئے باہر چلے جائیں اور مسلمان آئیں اور تین روز رہیں اور بجز اسباب مسافرت اور میان کی ہوئی تلواروں کے اپنے ساتھ کچھ نہ لائیں۔

یہ معاہدہ لکھا جا رہا تھا کہ ابوجندل پسر سہیل بیڑیاں پہنے ہوئے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آئے۔ سہیل نے اپنے بیٹے کو دیکھکر کہا اے محمد اس کے آنے سے پہلے ہمارے اور تمہارے درمیان شرائط صلح طے ہو چکے ہیں۔ آپ نے فرمایا تو سچ کہتا ہے اور حکم دیا کہ ابوجندل کو لوٹا دو اُس نے فریاد کی "اے مسلمانو! مجکو مشرکین میں لوٹاتے ہو وہ مجکو ایذا پہنچائیں گے" آپ نے فرمایا صبر کرو، ہم نے اُن کے ساتھ عہد کر لیا ہے اس کو ہم نہیں توڑینگے مسلمان رنج کے مارے دل ہی دل میں پیچ و تاب کھاتے اور پریشان ہوتے رہے۔

جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کو واپس تشریف لائے تو عتبہ بن اسید وہاں پہنچے جو ایمان لے آئے تھے انہیں بھی مکہ میں قید کر لیا گیا تھا،

آپ نے انگوٹھی واپس بھیجدیا اور فرمایا کہ ہمارے مذہب میں عہد کو نہیں توڑتے ہیں

بادشاہوں کے نام مراسلات اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خسرو اور قیصر اور نجاشی اور مقوقس شاہ مصر وغیرہ کے نام اصحاب کے ہاتھ خطوط روانہ فرمائے مقوقس نے آپ کے خط کی نہایت توقیر کی اور تحائف[۵۱] بھیجے۔ نجاشی نے جعفر بن ابی طالب کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ قیصر اگرچہ اسلام لانا چاہتا تھا لیکن اپنی قوم سے خائف تھا۔ خسرو نے اس خط کو چاک کردیا۔ اور کہا کہ "یہ تو میرا بندہ ہے اور مجکو ایسا لکھتا ہے"۔ منذر والی بحرین وہاں کے تمام عربوں کے ساتھ اسلام لایا اور یہود اور گبر اور نصارے جو وہاں رہتے تھے سب نے جزیہ دینا قبول کیا۔

جنگ خیبر ۷ سنہ ہجری ساتویں برس جنگ خیبر ہوئی اور یہ جنگ اس طرح واقع ہوئی کہ جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ[۵۲] سے لوٹے تو مدینہ میں ذی الحجہ کا پورا مہینہ اور کچھ حصہ ماہ محرم کا بسر کیا لیکن خیبر کے یہودیوں سے بے خوف نہ تھے کیونکہ اُن کا بڑا دبدبہ تھا اور وہ وقت اور فرصت کے منتظر تھے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہزار چارسو پیادوں اور دو سو سواروں کی جمعیت سے خیبر کا محاصرہ کیا اور اُس کے تمام قلعے یکے بعد دیگرے فتح کرلئے اولاً قلعہ ناعم کو پھر قموص، مصعب، وطیح، اور سلالم کو فتح کیا، پھر خیبر کا قلعہ علیؓ کے ہاتھ سے فتح ہوا، آپ نے اولاً نشان ابوبکرؓ

---

[۵۱] مقوقس نے جو تحائف بھیجے تھے اس میں بارہ کنیزیں بھی تھیں اُن کنیزوں میں ماریہ بھی تھیں جن سے آں حضرت نے عقد کیا اور وہ ام المومنین ہوئیں اور آپ کے بطن سے حضرت ابراہیم تولد ہوئے

[۵۲] حدیبیہ ایک گاؤں ہے اور اُس گاؤں میں اس نام کا ایک کنواں ہے اُسی کنوئیں کے نام سے وہ گاؤں مشہور ہے۔ اسی جگہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش کے مابین عہدنامہ صلح ہوا تھا۔

کے سپرد کیا۔ اُنہوں نے جنگ کی اور لوٹ آئے، دوسری مرتبہ عمرؓ ابن الخطاب کو نشان دیا اُنہوں نے بھی سخت جنگ کی اور واپس آئے، پھر آپ نے فرمایا کہ قسم خدا کی کل مین ایسے شخص کو نشان دونگا کہ قلعہ کو زور کے ساتھ لیگا۔ پس دوسرے دن نشان علی رضؓ کے سپرد کیا، وہ خیبر کی طرف بڑھے، اُس وقت وہ سُرخ لباس پہنے ہوئے تھے، جب خیبر پر پہنچے تو مرحب جو قلعہ کا مالک تھا یمانی خود پہنے ہوئے مقابلہ کے لئے آیا اور یہ شعر پڑھا:-

قَدْ عَلِمَتْ خیبر انی مرحب | شاکی السلاح بطل مجربٌ
تمام خیبر کو معلوم ہے کہ مین مرحب ہون | کون مرحب؟ جو مسلح اور تجربہ کار بہادر ہے

یہ سُنکر علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا

انا الذی سمتنی امی حیدرۃ | کلیث غابات کریہ المنظرہ
مین وہ ہون جس کا نام میری مان نے شیر رکھا ہے | جو جنگل کے شیرون کی طرح نہایت ہیبت ہے

اکلیھم بالسیف کیل السندرہ
مین اُنکو تلوارون پر سندرہ کی طرح تولونگا

پھر ہر ایک نے دوسرے پر وار کیا، علی رضی اللہ عنہ نے پیش دستی کی اور اُن کی تلوار مرحب کی سپر اور خود کو کاٹتی ہوئی اُس کے سر پر پہنچی اور اُس کو خاک پر لوٹا دیا۔ یہ فتح صفر کے مہینے مین حاصل ہوئی، پھر خیبر والون نے اس شرط پر صلح کی درخواست کی کہ آپ کو نصف پیداوار دیا کرین گے اور جب آپ فرمائیں گے قلعہ کو خالی کر کے چلے جائین گے، آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شرط کو منظور فرمایا اور یہود خیبر بدستور قلعہ مین سکونت پذیر رہے لیکن عمر رضؓ نے اپنی خلافت کے زمانہ مین اُنکو جلاوطن کر دیا۔

خالد بن الولید کا اسلام قبول کرنا اور سریہ موتہ | آٹھوین سال خالد بن ولید اور عمرو بن العاص

یہ حاشیہ صفحہ آئندہ پر دیکھو

ایمان لائے اور اسی سال جنگ موتہ واقع ہوئی اُس کی صورت یہ ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے حارث بن عمر کی معرفت ایک خط فرمانروائے بصرہ کے پاس
بھیجا جب وہ موتہ میں پہنچے تو عمرو بن شرجیل نے اُن کو قتل کر دیا۔ اس لئے
آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جمادی الاول ۸ھ میں ایک لشکر تیار کیا
جس میں تخمیناً تین ہزار آدمی تھے اور زید بن حارث کو لشکر کا علم سپرد کیا
اور فرمایا کہ اگر وہ مر جائیں تو جعفر بن ابی طالبؓ اور اُن کے بعد عبد اللہؓ بن
رواحہ علمدار ہوں یہ سب روانہ ہو کر معان تک پہنچے وہاں پر سُنا کہ ہرقل نے ایک
لاکھ رومیوں اور ایک لاکھ عربوں کے ساتھ اُن پر فوج کشی کی ہے اور سرزمین بلقاء میں
اُترا ہوا ہے، مسلمان دو رات معان میں مقیم رہے اور سوچتے رہے کہ کیا کریں
سب نے متفق ہو کر قرار دیا کہ ایک خط آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں
بھیجیں اور اُن کے حکم کے آنیکا انتظار کریں لیکن عبد اللہ بن رواحہ نے کہا دل کو
قوی کر کے اُٹھ کھڑے ہو جس چیز سے ڈرتے ہو خدا کی قسم وہ وہی چیز ہے کہ جسکی
طلب میں یہ ذوق شہادت گھر سے نکلے ہو اور ہم جماعت کیثر اور اپنی قوت کے
بھروسہ پر دشمن سے نہیں لڑتے بلکہ ہمارا لشکر اور ہماری قوت ہمارا دین مبارک
ہے اللہ تعالیٰ نے ہمکو اسی کی بدولت فتح مند کیا ہے سب نے کہا کہ تم سچ کہتے ہو اور
اُسی وقت روانہ ہو گئے، موضع شارف پر جو ایک گاؤں بلقاء کے نواح میں سے
ہے ٹھہرے وہاں اُن کو ہرقل کا لشکر ملا مگر مسلمانوں نے قریہ موتہ کی طرف حملہ کیا
اور یہاں دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا اور خوب جنگ ہوئی، زیدؓ بن حارثہ
کے ہاتھ میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علم تھا اور بڑے جوشش و شجاعت
کے ساتھ لڑ رہے تھے، یہاں تک کہ مخالف کے لشکر میں جا گھسے۔

۵۱ مندرہ عرب کی ایک مشہور عورت تھی جس کے صحیح نام اور ٹھیک توسلکی شہرت عام و خاص میں تھی

اور شہید ہو گئے، اُن کے شہید ہوتے ہی جعفر ابن ابی طالب نے علم لیا، رجز خوانی کرتے ہوئے لڑنے لگے حتیٰ کہ اُن کا گھوڑا زخمی ہو گیا اور وہ پاپیادہ ہو گئے بالآخر یہ بھی شہید ہو گئے۔ ان کے بعد عبداللہ بن رواحہ نے اس علم کو لیا اور گھوڑے کو چھوڑ کر پیادہ پا جنگ شروع کی یہانتک کہ وہ بھی شہید ہو گئے ان کی شہادت کے بعد مسلمان پریشان ہونے لگے اُس وقت ثابت بن ارقم انصاری نے علم کو ہاتھ میں لیکر کہا اے گروہ مسلمانان تم اپنے میں سے ایک شخص کی سرداری قبول کرلو، سب نے کہا کہ تمہارے سردار ہونے پر ہم سب راضی ہیں، اُنہوں نے کہا کہ میں اس کام کے قابل نہیں ہوں خالد بن ولید موزوں ہیں سب نے اتفاق کیا، خالدرضہ علم لیکر نہایت جانبازی سے لڑے اور دشمنوں کو پسپا کیا، اور پھر لشکر اسلام مدینہ واپس آیا۔

فتح مکہ اسی سال حدیبیہ کی صلح بھی ٹوٹ گئی اور شہر مکہ فتح کیا گیا، اس کا یہ سبب ہوا کہ بنی بکر نے جو قریش کے حلیف تھے بنی قزاعہ پر جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عہد پیمان کیا تھا چڑھائی کردی، ان کے چند آدمیوں کو مار ڈالا اور اس کام میں قریش کے ایک گروہ نے بھی بنی بکر کی مدد کی اس لئے جو معاہدہ قریش اور مسلمانوں کے مابین تھا وہ ٹوٹ گیا۔

ابو سفیان مدینہ میں اس غرض سے آیا کہ اُس عہد کو تازہ کرے جو حدیبیہ میں ہوا تھا، اور اپنی لڑکی ام حبیبہ رضہ (آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ)

---

[۱] اس لڑائی میں جب حضرت جعفر رضہ پر ہر طرف سے وار شروع ہوئے تو پہلے اُن کا ایک بازو کٹ گیا اور پھر دوسرا۔ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی شہادت کا بہت رنج ہوا اور آنسو نکل آئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو دو بازو عطا کئے ہیں جن سے وہ جنت میں اُڑتے پھرتے ہیں اسلئے اُنکو طیارہ (اُڑنے والا) اور ذوالجناحین بھی (دو بازوؤں والا) کہتے ہیں۔

کے مکان پر قیام کیا اور آپ کی خدمت مین حاضر ہو کر اُس کے متعلق گفتگو شروع کی، آپ نے کوئی جواب نہیں دیا خاموش رہے، پھر وہ اصحاب کبار کی خدمت میں حاضر ہوا اُنہوں نے بھی کچھ جواب نہیں دیا مجبوراً مکہ کو لوٹ آیا اور قریش سے اپنی سرگزشت بیان کی اُدھر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کا سامان درست کیا اور مہاجرین و انصار اور چند گروہ عرب کو ہمراہ لیکر جسکی تعداد دس ہزار تھی دسوین رمضان ۸ھ کو مدینہ سے کوچ کیا جب مکّے کے قریب پہنچے تو حضرت عباس رضہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ پر سوار تھے اور آگے آگے جا رہے تھے اُنہوں نے ابوسفیان اور حکیم ابن حزام کی آوازین سنین جو تجسس میں نکلے تھے۔ عباس رض نے کہا اے ابوحنظلہ (ابوسفیان) نے کہا لبیک (حاضر) میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں تمہاری کیا حالت ہے۔ عباس نے کہا کہ رسول اللہ دس ہزار آدمیوں کے ساتھ تشریف لائے ہیں اُس نے کہا مجھکو کیا حکم دیتے ہو، عباس رض نے کہا کہ میرے ساتھ آؤ۔ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تیرے لئے امان چاہوں گا۔ پھر ابوسفیان کو اپنی سواری پر پیچھے بٹھا لیا۔ اور آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اُس کے حق مین سفارش کی۔ آپ نے فرمایا کہ ابوسفیان کیا ابھی تک بھی تو یہ نہین سمجھا کہ خدا کے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں ہے، کہا ہاں جانتا ہوں۔ اے رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، اگر خدا کے ساتھ دوسرا خدا شریک ہوتا تو ہمارے کام آتا۔ آپ نے فرمایا شرم کی بات ہے کہ ابھی تک تو نے یہ نہ جانا کہ مین اُسی خدا کا رسول ہوں۔ کہا ہاں اس امر کی نسبت ایک بات میرے دل مین ہے، پھر اسلام قبول کیا، کلمہ شہادت پڑھا اور مسلمان ہو گیا، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ جو کوئی

ابو سفیان کے گھر اور خانہ کعبہ میں داخل ہوگا وہ پناہ پاوے گا اور جو شخص دروازہ
اپنا بند رکھیگا وہ بھی امن میں رہیگا پھر عباسؓ سے فرمایا کہ ابو سفیان کو
دامن کوہ کے تنگ گوشہ مین بٹھا دو کہ جہان سے خدا کا لشکر اُس کے سامنے
سے گزرے اور وہ اسکو دیکھے، عباسؓ نے لیجا کر اُسی جگہ بٹھا دیا، پھر سامنے
سے بنی غفار کے چار سو اور قبیلہ مزینہ کے چودہ سو آدمیوں کا گروہ اور اسی طرح
قبیلہ تمیم اور قیس و اسد کا ایک گروہ علم اونچے کئے ہوئے بلند آواز سے تکبیر و
تہلیل کرتا ہوا گزرا یہانتک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری بھی
گزری آپ لشکر نیلگوں کے بیچ میں تھے اور یہ لشکر بہادران مہاجرین و انصار کا
تھا جو لوہے مین غرق نظر آتا تھا۔ ابو سفیان نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہین، عباسؓ
نے کہا رسول اللہ مہاجرین و انصار کے ساتھ ہین، ابو سفیان نے کہا کہ تمہارے
بھتیجے کو بڑی بادشاہی ملی ہے۔ اُنھوں نے کہا یہ کیا کہتے ہو، یہ بادشاہی نہیں ہے
دبدبہ پیغمبری کا ہے، پھر ابو سفیان حکیم بن حزام کے ساتھ مکہ آیا، اور اُس
نے خانہ کعبہ میں داخل ہو کر با آواز بلند کہا " اے گروہ قریش اب محمد تمہارے
لئے ایسا لشکر لاتے ہین کہ جس کا تم کچھ علاج نہیں کر سکتے۔ اُنھوں نے کہا
پھر کیا کرین۔ ابو سفیان نے کہا جو شخص میرے گھر میں یا مسجد الحرام مین
داخل ہوگا یا جو اپنا دروازہ بند رکھیگا پناہ پاوے گا، اور پھر آواز بلند
کہا اے گروہ قریش اسلام قبول کرو اور چھٹکارہ حاصل کرو، اس بات کے
کہنے پر اُس کی بیوی ہندہ سامنے آئی، اور اُس کی ڈاڑھی پکڑ کر کہنے لگی اے اولاد غالب

لہ ابو سفیان مکہ میں بڑا سردار تھا اور فخر و امتیاز کو بہت پسند کرتا تھا، عباسؓ کی سفارش پر آنحضرت نے اُسکو اتنی بڑی عزت عطا کی کہ اُسکے گھر کو جائے پناہ قرار دیا۔ لہ تکبیر اللہ اکبر اور تہلیل لا الہ الا اللہ کہنے کو کہتے ہین۔ لہ اولاد غالب ایک قبیلہ کا نام ہے ۱۲

اس بڈھے احمق کی گردن اُڑا دو ۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زبیر اور سعد بن عبادہ رضؓ کو بھیجا تاکہ مکہ میں داخل ہوں سعد رضؓ نے کہا کہ آج ہم کعبہ کو حرم[۱] نہیں رکھینگے ۔ مہاجرین میں سے ایک شخص نے اس بات کو سُن لیا اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا، آپ نے علیؓ ابن ابی طالب سے فرمایا کہ سعد رضؓ سے ملو اور جھنڈا اُن سے لیلو اور مکہ میں تم خود داخل ہو، اور خالد بن ولید کو حکم دیا کہ مکہ کے نشیب سے داخل ہوں، خود آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ذی طوے تشریف لیگئے اور وہاں قیام فرمایا، اُس وقت سُرخ چادر سر مبارک پر بندھی ہوئی تھی اس فتح کا وہاں پر سجدۂ شکر ادا کیا اور پھر آگے بڑھے اور نشیب سے مکہ کے بلند حصہ پر تشریف لیگئے جہاں آپ کے لئے راؤٹی نصب کی گئی ۔

عکرمہ بن ابی جہل وغیرہ نے موضع خندمہ میں ایک بڑی جماعت اکٹھی کرلی تھی جس میں کچھ اوباش تھے اور کچھ بنی بکر اور بنی حارث کے آدمی اُن کے ساتھ مل گئے تھے، اُنہوں نے خالد کے اوپر تیر برسائے اور اُن کو مکہ میں داخل ہونے سے روکا، خالد رضؓ بھی تلوار کھینچکر اُن میں گھس گئے تین مسلمانوں کو شہادت حاصل ہوئی، چند مشرک قتل ہوئے اور باقی بھاگ گئے اور بالآخر مسلمان مکہ میں داخل ہوگئے ۔ اُس وقت مشرک عورتیں بال کھولکر راستے میں کھڑی ہوگئیں اور اپنی چادریں مسلمانوں کے گھوڑوں کے منہ پر مارنے لگیں (تاکہ گھوڑے بھڑک اُٹھیں) آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حالت کو دیکھکر تبسم فرمایا، جب آپ مکہ میں تشریف لائے ہیں تو سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا ۔ کعبہ کے دروازہ پر کھڑے ہوکر آپ نے یوں فرمایا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

[۱] مقصد یہ تھا کہ اگر کوئی شخص قریش میں سے کعبہ میں اس غرض سے داخل ہوکہ قتل سے مامون و محفوظ ہوجائے تو یہ ممکن نہیں بلکہ وہ قتل کیا جائے گا ۱۲

وحدہٗ لاشریک لہٗ اَلَا اِنَّ کل فخرٍ او مأثرۃ او مال یدعی الجاھلیۃ فھو تحت قدمی ھاتین الا سدانۃ الکعبۃ وسقایۃ الحاج، نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے اکیلا ہے وہ کوئی اُس کا شریک نہیں ہے آگاہ رہو جو طرزِ عمل، یا مال یا خون جس کا زمانۂ جاہلیت میں مطالبہ کیا جاتا تھا میرے ان دونوں قدموں کے نیچے ہے لیکن مجاورت کعبہ اور زائرین کو آبِ زمزم پلانے کا انتظام۔

پھر آپ نے فرمایا "اے گروہ قریش تم جانتے ہو کہ ہم تمہارے ساتھ کیا کریں گے" اُنہوں نے کہا کہ نیکی کے سوا کچھ نہیں کرو گے، تم مہربان اور مہربان بھائی کے بیٹے ہو، آپ نے فرمایا، جاؤ میں نے تم کو آزاد کیا، اس کے بعد سات مرتبہ طواف کر کے خانۂ کعبہ کے اندر تشریف لے گئے اور وہاں نماز پڑھی، کعبہ میں تین سو ساٹھ بت تھے جو پیغمبروں اور بزرگوں کے نام پر تراشے گئے تھے آپ کے حکم سے باہر پھینکدئے گئے اور اُن کی طرف اشارہ کر کے آپ نے فرمایا جَآءَ الْحَقُّ وَزَھَقَ الْبَاطِلُ ط اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَھُوْقًا ۝ (حق دین) حق آیا اور (دین) باطل نیست و نابود ہوا اور (دین) باطل تو نیست و نابود ہونے والا ہی تھا۔

پھر صفا پر بیعت کے لئے تشریف لے گئے عمر رضی ابن الخطاب ہمراہ تھے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب لیکن کسی قدر نیچے بیٹھے ہوئے تھے، اور اس بات پر بیعت لیتے تھے کہ خدا اور اُس کے رسول کا حکم سنو اور قبول کرو، جب مردوں کی بیعت ختم ہوئی تو عورتوں کی بیعت کی نوبت آئی اُن میں ہندہ بنت عتبہ (ابوسفیان کی بیوی) بھی موجود تھی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے فرمایا کہ اس بات پر بیعت کرو کہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ جانیں گے، اُس نے کہا کہ

ہمارے اوپر مردوں سے ایک چیز زیادہ کرتے ہو، پھر آپ نے فرمایا کہ "بدکاری سے بچو" ہندہ نے کہا کیا کوئی شریف (حرہ) ایسا کر سکتی ہے، پھر آپ نے فرمایا اپنی اولاد کو قتل نہ کیا کرو ہندہ نے کہا بچپنے میں تو ہم نے اُن کو پالا اور پرورش کیا اور جب بڑے ہوگئے تو بدر کبرٰے کے دن آپ نے مارڈالا اِس آپ جانیں اور وہ جانیں، پھر آپ نے فرمایا کسی پر تہمت مت باندھو، ہندہ نے کہا قسم خدا کی یہ بری عادت ہے اور آپ اچھی عادت اور اچھے کاموں کے سوا ہمکو کچھ نہیں سکھاتے، پھر آپ نے فرمایا نیک کام میں ہمارے حکم سے مت پھرو، ہندہ نے کہا کہ اگر آپ کی نافرمانی منظور ہوتی تو اس جگہ نہ آتے، اس کے بعد آپ نے عمرؓ بن الخطاب کو حکم دیا اور اُنہوں نے آپ کے حکم کے موافق عورتوں سے بیعت لی، اور توبہ کرائی،

جب ظہر کی نماز کا وقت آیا تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ سے فرمایا کہ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دو، اُس وقت قریش پہاڑ کی چوٹی پر تھے کچھ لوگ اُن میں سے اسلام لائے تھے اور کچھ پناہ چاہتے تھے، جب اذان میں حضرت بلال اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا الرَّسُوْلُ اللہ پر پہنچے تو جویریہ دختر ابوجہل نے کہا کہ خدا نے میرے باپ پر احسان کیا کہ آج بلالؓ کی آواز کعبہ کی چھت پر نہ سُنی، حرث بن ہشام نے کہا کاش کہ میں آج کے دن مردہ ہوتا، اور بھی کچھ لوگوں نے ایسی ہی باتیں کہیں مگر کچھ زمانہ نہ گزرا کہ ان سب نے اسلام قبول کیا اور پکے مسلمان ہوگئے،

غزوہ حنین | اسی سال ماہ شوال میں حنین میں (جو درمیان مکہ اور طائف کے ایک جنگل ہے) قبیلہ ہوازن کے ساتھ جنگ ہوئی اور اُس کی صورت یہ ہوئی کہ جب ہوازن کو خبر ہوئی کہ مکہ میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا نے

رئیح عطائی تو کہنے لگے کہ کچھ بعید نہیں کہ اب ہماری طرف قصد کریں، پس یہ بہتر ہے کہ ہم ہی پیش قدمی کر دیں چنانچہ مالک بن عوف کی سرداری میں تمام ہوازن جمع ہوئے اور ثقیف بھی اُن کے ساتھ شریک ہوگئے جن کا سردار حارث بن الاسود تھا، مالک نے تجسس کے لئے اپنے آدمیوں کو بھیجا جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حال کو سُنا تو آپ بھی معہ اُن دو ہزار آدمیوں کے جو فتح مکہ میں مسلمان ہوئے تھے اور دس ہزار اصحاب کے مکہ سے روانہ ہوئے مسلمانوں نے اپنی جمعیت کو دیکھکر کہا کہ آج ہم لوگ مغلوب نہیں ہوسکتے" چنانچہ قرآن مجید میں آیا ہے وَیَوْمَ حُنَیْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْکُمْ کَثْرَتُکُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْکُمْ شَیْئًا وَّضَاقَتْ عَلَیْکُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ "اور خاصکر حنین کی لڑائی) کے دن جب کہ تمہاری کثرت نے تم کو مغرور کر دیا تھا (کہ ہم بہت ہیں) تو وہ (کثرت) تمہارے کچھ بھی کام نہ آئی اور (اتنی بڑی) زمین باوجود وسعت لگی تم پر تنگی کرنے"

مسلمان حنین کے قریب پہنچے اور ایسے جنگل میں اُترے جو پیچ در پیچ تھا اور کثرت سے اُس میں کھوئیں تھیں، یہ لشکر صبح کی تاریکی میں وہاں پہنچا تھا دشمن پہلے سے آکر تنگ و پوشیدہ مقامات میں گھات میں بیٹھے تھے۔ مسلمانوں کے پہنچتے ہی اچانک وہ جھپٹے اور ایکبارگی اُن پر حملہ کر دیا اور ایسی شکست دی کہ ایک کو دوسرے کی خبر نہیں رہی، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدھی طرف رُخ کیا اور مہاجرین و انصار کے کچھ آدمی جن میں علی رض، ابو بکر رض، اور عباس رض بھی تھے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہے، آپ نے فرمایا "اے لوگو! یہاں آؤ میں پیغمبر خدا ابن عبد اللہ ہوں، عباس رضی اللہ عنہ حضور کے خچر کی لگام پکڑے ہوئے تھے اور وہ تنومند و بلند آواز تھے اُن سے آپ نے فرمایا "تم آواز دو" اُنہوں نے پکارا اے گروہ انصار اور اے اصحاب السمرہ

(یعنی بیعت رضوان والے) سب نے کہا لبیک! لبیک! اور ہر شخص نے اپنے اونٹ کو لوٹایا اور اگر کسی کو لوٹنے میں دقت ہوئی تو وہ اپنے اسلحہ لیکر اُس سے کود پڑا اور آواز کی طرف دوڑا یہانتک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایکسو آدمی جمع ہو گئے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن سب کو ساتھ لیکر دشمن کی طرف بڑھے جب لڑائی کی آگ پورے زور شور سے مشتعل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انا النبی لاکذب انا ابن عبد المطلب الان حمی الوطیس (یعنی میں نبی ہوں جھوٹا نہیں ہوں میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں، ہوشیار ہو جاؤ کہ اب تنور گرم ہو گیا۔

پھر آپ نے ایک مٹھی خاک اُٹھائی اور مشرکین کی طرف پھینک کر ماری اُن کو شکست ہو گئی، چنانچہ قرآن مجید میں اسی طرف اشارہ ہے۔ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ[1] اور نہیں پھینکا تو نے بلکہ اللہ نے پھینکا۔

آپ کا ایک عورت کے لاشے پر گزر ہوا تو پوچھا کہ اس کو کس نے مار ڈالا لوگوں نے عرض کیا کہ خالد بن ولید نے، آپ نے ایک آدمی سے فرمایا کہ خالدؓ سے جا کر یہ کہدو کہ رسول اللہ نے عورت اور بچے اور مزدور کے قتل سے منع کیا ہے۔

اس لڑائی میں مسلمانوں کو غنیمت کا مال اور قیدیوں کی کثیر تعداد ہاتھ آئی، قیدیوں میں شماد حارث کی لڑکی جو پیغمبر خدا کی رضاعی بہن تھی سامنے آئی اور اپنا پتہ بیان کیا حضور نے اس کو پہچانا اور اپنی چادر اُس کے لئے زمین پر بچھا دی اور جو اُس نے طلب کیا وہ دیا اور پھر اُس کو اُس کے گھر

---

[1] اصل میں یہ ایک معجزہ تھا جس میں مسلمانوں کو اُنکی لغزش پر تنبیہ اور آنحضرت کے موید من اللہ ہونے کی تصدیق مقصود تھی۔ مسلمانوں کو کثرت فوج پر بھروسہ تھا جسکا نتیجہ شکست کی صورت میں نکلا اور پھر ایک مٹھی خاک سے ایسی قوی جماعت کو جو ہزار ہا مسلمانوں پر غالب آگئی تھی پراگندہ کردیا

پہنچادیا۔ بعد ازان ہوازن کے ایلچی آئے اور عرض کیا" اے رسول اللہ جو کچھ ہم پر
گذرا آپ پر ظاہر ہے آپ ہمارے اوپر مہربانی فرمائیے خدا آپ پر مہربانی فرمائے گا
اور قبیلہ بنی سعد والوں میں سے جو آپ کی ساتھ رضاعت کا رشتہ رکھتے تھے،
زہیر آیا اور عرض کیا" اے پیغمبر خدا ان قیدیون مین سے آپ کی رضاعی پھوپی
اور خالہ اور وہ عورتین جنکی گود مین آپ نے پرورش پائی ہے آئی ہین، ہم اگر
نعمان[۵] بن المنذر کی ایسی خدمت کرتے تو اُن سے ہمکو مہربانی کی اُمید ہوتی اور آپ
تو اُن سے بہتر ہین، پس آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو عورتین ہمارے
اور عبد المطلب کی اولاد کے حصہ مین آدین وہ ہم نے تمکو بخشتین اور جس وقت
ہم نماز کے واسطے جمع ہون اُس وقت تم یون کہنا کہ عورتون اور بچون کے حق مین
رسول اللہ کو مسلمانون کے پاس اور مسلمانون کو رسول اللہ کے پاس شفاعت
کیلئے لائے ہین چنانچہ اُنہوں نے ایساہی کیا، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا جو کچھ ہمارا اور عبد المطلب کی اولاد کا ہے وہ ہم نے تم کو بخشا،
مہاجرین اور انصار نے کہا کہ جو ہمارے حصہ مین آدین اُن کو ہم نے رسول اللہ
کے حوالہ کیا، غرض اس طرح تمام قیدیون نے جن کی تعداد چھ ہزار تھی رہائی
پائی اس کے بعد مال غنیمت کو سب خاندانون پر تقسیم کر دیا، جب آں حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت قریش اور دیگر قبائل کو دیدیا اور انصار کو
اُس مین کچھ حصہ نہ پہنچا تو اُن کے دلون کو بہت رنج و ملال ہوا یہانتک کہ
اُن مین سے ایک آدمی بول اُٹھا کہ اب تو پیغمبر خدا مال غنیمت اپنے ہی لوگون
مین تقسیم کرتے ہین۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سعدؓ بن عبادہ کو حکم دیا
کہ اپنی قوم کو حاضر کرے جب یہ لوگ آگئے تو آپ نے فرمایا کہ" جو کچھ تم نے کہا ہے مجھے

---

[۵] نعمان بن المنذر ایک بادشاہ تھا۔

معلوم ہو گیا۔ لیکن کیا خدا نے تمکو گمراہی سے ہدایت پر، افلاس سے دولتمندی پر اور دشمنی سے محبت کے درجہ پر میرے ذریعہ سے نہیں پہنچایا۔ اُنہوں نے عرض کیا اے رسول اللہ آپ نے سچ فرمایا۔ حضور نے فرمایا صاف جواب کیوں نہیں دیتے کہا آپ سے کیا عرض کریں، آپ نے فرمایا اگر تم چاہتے تو یہ کہہ سکتے تھے اور میں تمہاری تصدیق کرتا۔ کہ سب نے تم کو جھوٹا کہا اور ہم نے تصدیق کی اور سب نے تم کو ذلیل کیا اور ہم نے امداد کی، تم محتاج و بے نوا آئے تھے ہم نے تمکو سازو سامان دیا، اے گروہ انصار! کیا تم اس بات پر رنجیدہ ہو گئے۔ میں نے مٹھی بھر سونا ایک قوم کے قلوب کی تالیف کے لئے دیدیا، تم اس پر خوش نہیں ہوتے ہو کہ لوگ بکریاں اور اونٹ لیکر جائیں اور تم رسول اللہ کے ساتھ اپنے اپنے گھروں کو جاؤ، خدا کی قسم اگر سب لوگ ایک راستہ پر چلیں اور انصار دوسرے راستہ پر تو میں انصار کی راہ پسند کروں گا۔"

اس تقریر کو سُنکر سب بے قرار ہو گئے اور اس قدر روئے کہ اُنکی ڈاڑھیاں تر ہو گئیں اور کہا کہ رسول اللہ نے جو تقسیم کی ہے اُسپر ہم راضی ہیں۔

غزوہ تبوک ۹ھ | نویں برس جنگ تبوک واقع ہوئی اُس کی صورت یہ ہوئی کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ خبر سُنی کہ ہرقل بادشاہ روم مع عرب منتصرہ (عرب کے وہ لوگ جو نصرانی ہو گئے تھے) کے میرے ساتھ جنگ کا قصد رکھتا ہے تو آپ نے بھی جنگ کی تیاری کا سامان کیا اُس وقت گرمی کی شدت تھی اور قحط سالی کی وجہ سے لوگ تنگ دست تھے۔ آپ نے فرمایا کہ خدا کی راہ میں جس شخص سے جسقدر ممکن ہو وہ پیش کرے، صدیق رض نے جو کچھ لونڈی، غلام سونا چاندی، رکھتے تھے۔ حضرت عثمان رض نے تین سو اونٹ اور ہزار دینار پیش کئے اور اسی طرح اور لوگوں نے بھی پیش کش کیا یہانتک کہ

لڑائی کا سب سامان درست ہو گیا، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تبوک تشریف لے گئے، "یوحنا" "ایلہ" کا والی تھا اُس نے حاضر ہو کر جزیہ دینا قبول کیا اور ایسا ہی جربا والوں نے بھی کیا۔ اور اذرخ والوں نے بھی سو دینار سالانہ دینے پر صلح کی، پیغمبر خدا نے دس روز تک تبوک میں قیام فرمایا مگر رومی مقابلہ کو نہیں آئے اس لئے آپ مدینہ واپس تشریف لیگئے۔

وفود عرب | دسویں سال ہر طرف سے عرب کے ایلچی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور لوگ جوق جوق اسلام قبول کرتے تھے، جیساکہ قرآن شریف میں آیا ہے۔ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا۔ جب آئی مدد اللہ کی اور فتح اور دیکھا تونے لوگوں کو کہ داخل ہوتے ہیں بیچ دین اللہ کے فوج فوج۔

چنانچہ بنی اسد، بنی تمیم، زبید، اور بنی فزارہ، وغیرہ کے ایلچی حاضر ہوئے اور حمیر کے بادشاہوں نے بذریعہ تحریر کے اسلام قبول کیا۔

اس سال میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی بن ابی طالب کی سرکردگی میں ایک وفد[۱] یمن کو روانہ فرمایا۔ ہمدان والوں نے جب حضور کے خط کا مضمون سُنا تو سب نے ایک ہی دن میں اسلام قبول کیا اور پھر یمن کے بہت سے گروہوں نے اسلام قبول کیا اور اسی سال ۲۵ ذی قعدہ کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کو تشریف لیگئے اور حج و قربانی کی اور ایک طولانی خطبہ ارشاد فرمایا۔

وفات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم | آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع[۲] سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ میں قیام فرمایا جب دسواں سال ختم ہوا اور گیارھویں

[۱] حکمران سنہ ۵۳ وفد منتخبہ آدمیوں کی اُس جماعت کو کہتے ہیں جو کسی خاص غرض کے لئے کسی پاس بھیجی جائے وفد کی جمع وفود ہے [۲] سنہ ۵۳ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ آخری حج تھا اسی لئے اسکا نام حجۃ الوداع ہو گیا۔

سال کا آغاز ہوا تو آخر صفر میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے اور دم بدم آپ کی بیماری میں ترقی ہوتی جاتی تھی ایک روز فضل بن عباسؓ اور علیؓ ابن ابی طالب رضی اللہ عنہما پر سہارا لئے ہوئے باہر تشریف لائے اور مسجد میں جاکر ممبر پر رونق افروز ہوئے اللہ کی حمد وثنا کے بعد لوگون کو مخاطب کر کے فرمایا "اے لوگو اگر کسی کی پشت پر مین نے تازیانہ مارا ہو تو اُس کے لئے اسوقت میری پشت موجود ہے اور اگر کسی کو گالی دیکر پکارا ہو تو وہ اس وقت مجکو گالی دیکر پکارے اور اگر مین نے کسی کے مال مین سے کچھ لیا ہو تو وہ میرے مال میں سے لے" اور اس بات کا کچھ خوف نہ کرے کہ میرے دل مین کینہ پیدا ہوگا۔

ایک شخص نے کہا آپ پر میرے تین درم قرض ہین آں حضرت نے اُس کو ادا کر دیئے۔ اس کے بعد حضور نے اصحاب اُحد کے واسطے دُعائے مغفرت مانگی اور مسلمانون کو انصار کے ساتھ اچھا سلوک کرنیکی وصیت فرمائی۔

جب بیماری نے زیادہ ترقی کی تو اُسوقت فرمایا کہ دوات اور کاغذ لاؤ تاکہ مین تمہارے واسطے کچھ لکھدون کہ میرے بعد گمراہ نہ ہوجاؤ" لوگون نے بار بار دریافت کرنے اور بحث و مباحثہ کرنے سے حضور کو پریشان کر دیا تھا آپ نے فرمایا کہ "مجکو میرے حال پر چھوڑ دو کیونکہ مین جس عالم مین ہون وہ اس عالم سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجکو بلاتے ہو" اور وصیت فرمائی کہ مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکالدینا اور سفیرون کے ساتھ اس قسم کا برتاؤ کرنا جیسا مین کرتا تھا۔

جب بیماری کی شدت ہوئی تو بلالؓ نے امامت نماز کے لئے دریافت کیا تو فرمایا کہ ابو بکرؓ سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں، ابو بکرؓ نے بعضون کے نزدیک سترہ نمازون مین اور بعضون کے نزدیک تین دن تک امامت کی۔

جس روز آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رحلت فرمائی اُس روز آپ صبح کی نماز
مین تشریف لائے تھے اور آپ کے دیدار سے لوگوں کی ایسی حالت ہوگئی تھی کہ
نماز مین بھی اُن سے ضبط نہ ہوسکا، حضور نے اُن کی طرف دیکھکر تبسم فرمایا۔
نزع کے وقت شدت تکلیف کی وجہ سے ہاتھ مین پانی لیکر بار بار چہرۂ انور
پر ڈالتے تھے اور یون فرماتے تھے "بل الرفیق الا علیٰ"
بارھوین ربیع الاول سلہ ہجری روز دوشنبہ کو حضور نے (تریسٹھ ۶۳ سال
کی عمر مین) اس دنیا سے رحلت فرمائی!! علیؓ اور عباسؓ اور عباسؓ کے
دونوں لڑکے (فضلؓ و قثمؓ) و اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہم نے آپ کو غسل
دیا اور کفن مین تین کپڑے دیئے گئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے
گھر مین جہان آپ نے وفات پائی دوسرے دن دوپہر سے پہلے دفن کئے گئے

منشی و عمال | علیؓ اور عثمان بن ولید خالد بن سعید ابان بن سعید علاء بن الحضرمی
ابی ابن کعب زید بن ثابت معاویہ بن ابی سفیان حنظلۃ الاسیدی آپ
کے منشی تھے۔
صنعا مین ابو اُمیۃؓ بن المغیر حضرموت مین، زیاد بن لبیۃ الانصاری لحے
مین، عدیؓ بن حاتم الطائی حنظلہ مین، اسدؓ و مالکؓ بن نویرہ بحرین مین۔
علاء بن الحضرمی وزبیدؓ و مذحج مین، خالدؓ بن سعید عامل صدقات (صدقہ وصول
کرنے والے افسر) تھے۔

سلاح مبارک | آپ کے پاس حسب ذیل اسلحہ تھے۔
ذوالفقار جو بدر کے دن بطور غنیمت آئی تھی اور تین اور تلوارین تھیں جو
بنی قینقاع کی غنیمت میں ملی تھین جن مین سے ایک سیف قلعی تھی، ایک بتار
ایک حنیف تھی اور تین نیزے تھے، تین زرہین تھین، جن کے نام سعدیہ

خفنه، ذات الفضول تھے، تین قسی (کمانین) تھین جو رو حا بیضا صفرا سے موسوم تھین۔

شمائل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر و باطن میں سب لوگوں سے بہتر تھے آپ مین صبر، بردباری، درگزر، فروتنی، شرم، مروت، مہربانی، امانت، حسن ادب، جوانمردی، دلیری، اور دیگر صفات حسنہ اس قدر جمع تھیں کہ کسی ایسے شخص میں نہ جمع ہوئین اور نہ ہوں، آپ کا بدن مبارک ہمیشہ پاک و صاف رہتا تھا، اور آپ صاف ستھرے کپڑے پہنا کرتے تھے، فصیح زبان و تیز ہوش، میانہ رو اور خوش خو تھے،

حضرت انس رض کہتے ہین کہ مین نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دس برس خدمت کی مگر کبھی آپ نے مجھ سے اُف تک نہ فرمایا، اور فرمایا کہ فلاں کام کیوں کیا اور فلاں کام کیوں کیا۔

ایک روز ایک اعرابی نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک سے چادر کو اس طرح کھینچا کہ اُس کے حاشیہ کا نشان گردن مبارک پر پڑ گیا اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اعرابی کے سینہ کی طرف مڑ گئے۔ اُس نے عرض کیا "اے محمدؐ! جو مال تمکو تمہارے خدا نے دیا ہے اُس میں سے کچھ مجھکو بھی عطا کرو" آپ اُس کی طرف متوجہ ہوئے اور مسکرائے اور اُسکو کچھ دینے کا اشارہ فرمایا۔

اہل مدینہ کی کنیزوں میں سے ایک کنیز تھی (جو ضعیف العمر تھی) اکثر اُس کے بازار کا کام کر دیتے اور وہ آپ کو جہاں چاہتی لیجاتی، جنگ احد مین

جب آپ زخمی ہو گئے تو لوگوں نے عرض کیا کہ مشرکین کیلئے بددعا کیجئے تو آپ نے فرمایا "خدا نے مجکو بددُعا کرنے کے لئے نہیں بھیجا" اور فرمایا اَللّٰھُمَّ اھد قومی فانھم لایعلمون اے خدا میری قوم واقف نہیں ہے اُسکو راہ راست پر لا۔

آپ نے اپنے ہاتھ سے کبھی کیسکو نہیں مارا حتیٰ کہ خادمہ تک کو اپنے ہاتھ سے رنج نہیں پہنچایا اور جو تکلیف آپ کو پہنچتی اس کا عوض کبھی نہ لیتے۔ جہاد کے سوا کسی وقت آپ نے کسی پر ہاتھ نہیں اُٹھایا۔ اس سے زیادہ کیا ہو سکتا ہے کہ ایک یہودی عورت نے بکری کے گوشت میں زہر ملا کر آپکو دیا، اور اُس نے اقرار بھی کر لیا مگر آپ نے معاف کر دیا۔

تیغم والوں نے آپ کے قتل پر کمر باندھی تھی جب وہ گرفتار ہو کر آئے تو اُنکو بھی معاف کر دیا۔

آپ جب کسی سے مصافحہ کرتے تو اُس وقت تک اپنا ہاتھ نہیں کھینچتے جب تک کہ وہ خود نہ کھینچتا اور کبھی کسی نے آپکو نہیں دیکھا کہ آپ اپنے ہم جلیس سے پہلے اُٹھے ہوں۔

آپ اکثر خموش رہتے لوگوں نے کہا ہے کہ آپکو کنواری لڑکی سے بھی زیادہ حیا تھی، جب کسی چیز کو آپ پسند نہ کرتے تو لوگ آپ کے چہرۂ مبارک سے جان لیتے کثرت شرم سے آپ کسی کے چہرے پر نظر جما کر نہیں دیکھتے تھے اور کسی کو ایسے الفاظ کے ساتھ مخاطب نہیں کرتے جو اُس کو پسند نہ ہوں، بدی کا بدی کے ساتھ بدلہ نہ کرتے بلکہ درگذر اور معاف کر دیتے۔ اُن سخت موقعوں میں کہ جنمیں بہادروں کے قدم اُکھڑ گئے تھے آپ اپنی جگہ پر قائم اور ثابت قدم رہے۔

نرم گفتار، نیک عادت، اور خلیق و دلجو تھے، لوگوں کے ساتھ تالیف قلب کے ساتھ پیش آتے اور ہر قوم کے بزرگوں کی تعظیم کرتے اور سب کے ساتھ بیٹھتے جو جسکے لائق ہوتا اُس کے موافق برتاؤ کرتے۔ مانگنے والوں کی حاجت پوری کرتے اور اگر پوری نہ کر سکتے تو شیرین کلامی سے دریغ نہ فرماتے جو کوئی آپکو پکارتا آپ

لبیک (حاضر) فرماتے اپنے دوستوں سے ملتے اور ہمکلام ہوتے اور اُن کے بچون کو کھلاتے اور اپنی گود مین اُن کو بٹھاتے۔
ہر آزاد و غلام اور کنیز و مسکین کی دعوت قبول فرمالیتے اور اپنے نوکر کے ساتھ طعام تناول فرماتے اور عیادت کے لئے مدینہ مین بہت دور دور تک تشریف لے جاتے عذر کرنے والوں کا عذر قبول فرماتے اور اپنے دوستوں کے ساتھ سلام اور مصافحہ کرنے میں سبقت کرتے اور جو کوئی آپ کے پاس آتا اس کی عزت کرتے اور کبھی اُس کے لئے چادر بچھاتے اور اپنا تکیہ اُس کے لئے بڑھادیتے اور دوستوں کو بہترین نام اور کنیت کیساتھ یاد فرماتے اور کسی کی بات کو قطع نہ کرتے تھے۔ آپ سب لوگوں سے زیادہ خوش خلق اور متبسم تھے، جب آپ کی رضاعی بہن شیما کو لوگ لائے تو آپ نے اُس کے لئے چادر بچھائی اور جب آپکا رضاعی بھائی آیا تو اُسکی تعظیم کے لئے اُٹھے اور اُسکو اپنے پاس بٹھایا اور ابولہب کی لونڈی ثوبیہ کو جس نے سب سے پہلے آپ کو دودھ پلایا تھا ہمیشہ زرنقد اور کپڑا بھیجتے جب وہ مرگئی تو اُس کے اقربا کا حال دریافت کیا مگر اُن میں کوئی باقی نہ رہا تھا۔ ہر شخص کے ساتھ تواضع سے پیش آنیکو پسند فرماتے تھے۔ ایکروز اپنے دوستون کے ساتھ تشریف لیگئے۔ سب تعظیم کیلئے کھڑے ہوگئے۔ آپنے فرمایا عجمیونکی طرح کھڑا ہونا نہ چاہیے، آپ فرماتے تھے میری حیثیت سے زیادہ میری تعریف نہ کرو، جیسے نصاریٰ مریم کے بیٹے کی تعریف کیا کرتے ہین، میں ایک بندہ ہون اسلئے مجکو عبداللہ اور رسول اللہ کہا کرو اور فرماتے تھے کہ مجکو دوسرے پیغمبرون کے اوپر فضیلت مت دو، ایک روز بازار تشریف لیگئے اور ایک پیرہن خرید کیا اور بیچنے والے نے اپنی جگہ سے اُٹھکر آپکے ہاتھ کو بوسہ دیا آپ نے ہاتھ کھینچ لیا اور فرمایا کہ عجم اپنے بادشاہوں کے ساتھ ایسا ہی کیا کرتے ہین اور مین تم ہی جیسا ایک آدمی ہون یعنی تمہارے برابر ہون۔

جب بنی عامر کے وفد نے کہا آپ ہمارے سید ہیں تو فرمایا "سید خدا ہے" آپکی مجلس نہایت مہذب ہوتی تھی اس میں نہ کوئی زور سے بات کرتا نہ کوئی کسی کی برائی کرتا اور جب آپ کلام کرتے تو تمام اہل جلسہ ادب کے ساتھ نیچا سر کئے ہوئے سُنتے اور جب کسی قوم کے ہاں تشریف لیجاتے تو مجلس کے اخیر میں بیٹھتے اور ہر وقت نظر نیچی رکھتے اور آپ کا دیکھنا اس سے زیادہ نہ تھا کہ ایک نظر دیکھ لیتے۔ اکثر خاموش رہتے اور جب کلام کرتے تو ایک ایک بات جدا ہوتی، کوتاہی اور فضول گوئی نہیں ہوتی تھی،

آپ نہایت سہولت اور آہستگی سے باتیں کرتے تو اگر کوئی چاہتا تو ان کے حروف بھی شمار کر لیتا

خوشبو کو آپ پسند کرتے اور اکثر استعمال میں لاتے۔

آپ سامان معیشت زیادہ نہیں رکھتے تھے، حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ کبھی تین روز تک متواتر سیر ہو کر گیہوں کی روٹی نہیں کھائی زیادہ تر آپ کی غذا کھجوریں اور پانی تھی، آپکا بستر چمڑے کا تھا اور اُس میں کھجور کی چھال بھری رہتی تھی،

جود و ایثار بہت پسند تھا اور اگلے دن کے لئے آپ کچھ باقی نہیں رکھتے تھے ایک مرتبہ نوے ہزار درہم آپ کے پاس لائے گئے۔ آپ نے اُن کو چٹائی پر رکھکر سب کو تقسیم کر دیا۔

ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور اس نے کچھ مانگا آپ نے فرمایا کہ اس وقت تو نہیں ہے، لیکن جب میرے پاس آئے گا تو میں تجکو دوں گا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ "جس چیز کو آپ نہیں کر سکتے اُسکی تکلیف آپ کو خدا نے نہیں دی، یہ بات آپ کو ناگوار معلوم ہوئی، پھر ایک انصاری نے کہا" اے رسول اللہ آپ خوب دیجئے اور اس کا خوف نہ کیجئے کہ اللہ روزی تنگ کرے گا۔ یہ سُن کر آپ نے تبسم فرمایا اور آپ کے چہرے پر خوشی کے آثار ظاہر ہونے لگے، اللہ نے آپ کو

"جوامع الکلم[٥]" عطا فرمائے کہ تھوڑی عبارت میں بہت سے معنی بیان فرماتے۔ پس نہایت مناسب ہے کہ اس کتاب کا اختتام آپ کے ان چند اقوال مبارک پر ہو، جو حکمت سے بھرے ہوئے ہونے کے علاوہ فصاحت اور بلاغت میں درجہ کمال کو پہنچے ہوئے ہیں :

[٥] جوامع الکلم ان جملوں کو کہتے ہیں جو الفاظ میں کم ہوں اور معنی و مطلب کے لحاظ سے وسیع ہوں

جوامع الکلم

(۱) الاعمال بالنیات (۲) الناس معادن (۳) ماھلک امرأ عرف قدرہ (۴) المستشار موتمن (۵) المرء مع الخیار مالم یتکلم (۶) لاخیر فی صحبۃ من لا یری لک ماتری لہ (۷) رحم اللہ عبدا قال خیرا فغنم اوسکت فسلم۔ (۸) ذوالوجہین لایکون عند اللہ وجیہا (۹) الناس کاسنان المشط (۱۰) المرء مع من احب (۱۱) المسلمون تتکافؤ دمائہم (۱۲) الید العلیا خیر من الید السفلیٰ (۱۳) خیر الامور اوسطہا (۱۴) لایلدغ المومن من جحر مرتین (۱۵) السعید من وعظ بغیرہ (۱۶) الوحدۃ خیر من جلیس السوء (۱۷) ایاک وکثرۃ الضحک فانہ یمیت القلب (۱۸) کل الحق وان کان مرا (۱۹) غضوا ابصارکم وکفوا ایدیکم (۲۰) اکرمھم عند اللہ اتقاھم (۲۱) حبک الشیٔ یعمی ویصم (۲۲) لایرحم اللہ من لا یرحم الناس (۲۳) المومن للمؤمن کالبنیان یشد بعضہ بعضا (۲۴) خیر العمل ماقل ودام (۲۵) اذالم تستحی فاصنع ماشئت (۲۶) انزلوالناس منازلھم (۲۷) المؤمن مرآۃ المومن (۲۸) کبرت خیانۃ ان تحدث اخاک حدیثا ھولک مصدق بہ وانت کاذب

ترجمہ جوامع الکلم

(۱) اعمال کا مدار نیت پر ہے (۲) انسان کانیں ہیں (یعنی جسطرح ایک کان میں سے ایک ہی قسم کے جواہر نکلتے ہیں اُسی طرح ایک گروہ اور قبیلہ میں خاص خاص نداق اور طبع کے لوگ ہوتے ہیں) (۳) جس نے اپنی قدر پہچانی نجات پائی (۴) مشورے کے لئے معتمد آدمی چاہیئے (۵) مرد نہ کہی ہوئی بات پر

اختیار رکھتا ہے (۶) ایسے شخص سے ملنا بیکار ہے کہ جو کچھ تو اُس کے واسطے
چاہے وہ تیرے واسطے نہ چاہے (۷) نیک آدمی وہ ہے جس نے اچھا کام کیا
اور فائدہ پہنچایا، چپ رہا اور رہائی پائی، (۸) منافق کی خدا کے سامنے کچھ
عزت نہیں ہے (۹) لوگ کنگھی کے دانتوں کی مانند ہیں (۱۰) مرد اپنے
دوست کے ساتھ ہے (۱۱) مسلمانوں کا خون باہم برابر ہے (۱۲) اونچا ہاتھ
نیچے ہاتھ سے بہتر ہے (۱۳) اوسط کام سب کاموں سے بہتر ہے (۱۴) مومن
ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں کاٹا جائے گا (۱۵) نیک بخت دوسرے سے
نصیحت پکڑتا ہے (۱۶) بُرے ہم نشینوں سے تنہائی بہتر ہے (۱۷) زیادہ نہ ہنسو
کہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے (۱۸) سچی بات کہہ اگرچہ کڑوی ہو (۱۹)
آنکھ زمین پر اور ہاتھ آستین میں رکھ (۲۰) خدا کے نزدیک وہ زیادہ شریف
ہے جو پرہیزگار زیادہ ہے (۲۱) محبت تجھکو اندھا اور بہرا کرتی ہے (۲۲) جو شخص
آدمیوں پر مہربانی نہیں کرتا خدا اُس پر مہربان نہیں ہوتا (۲۳) مسلمان لوگ مثل
ایک بنیاد کے ہیں کہ زجزا اُن کے ایک دوسرے سے قوت پکڑے ہوئے ہیں
(۲۴) اعمال میں سے بہتر عمل وہ ہے کہ جو اگرچہ تھوڑا ہو لیکن ہمیشہ ہونے
والا ہو (۲۵) اگر تجھے شرم نہیں ہے تو جو چاہے کر (۲۶) ہر شخص کی قدر و منزلت
کا لحاظ رکھ (۲۷) مسلمان ایک دوسرے کے لئے آئینہ ہے (۲۸) یہ بڑی
خیانت ہے کہ اپنے بھائی سے جھوٹی بات کو اس طرح بیان کرے
کہ وہ اُس کو سچ سمجھے ؛؛

مختصر فہرست کتب قومی پریس دہلی

ازواج النبی صلعم۔ جناب سرور کائنات کے ازواج مطہرات
کے پورے حالات و سوانح درج ہیں۔ حضرت خدیجہؓ حضرت سودہؓ
حضرت عائشہؓ حضرت حفصہؓ حضرت زینبؓ حضرت ام سلمہؓ حضرت
زینبؓ بنت جحش حضرت ام حبیبہؓ حضرت جویریہؓ حضرت میمونہؓ حضرت
حضرت صفیہؓ۔ مخالفین اسلام کے اعتراضوں کا پول کھول دیا گیا ہے ۱۲؍

نکاح جعفر اور عباسہ ایک مدت سے لوگ اس شبہ میں پڑے
ہوئے تھے کہ آیا یہ واقعہ صحیح ہے یا غلط ہم نے نہایت تحقیق اور مدلل
دلائل سے ثابت کیا کہ یہ واقعہ افسانہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا ہے ۲؍

مثل جان کا سرگذشت ساری کتاب نیازوں سے پر ہے
لکھنؤ کی پرانی زباندانی کا پورا نمونہ جو اب بالکل مٹتا جاتا ہے قیمت ۶؍

کتب مولانا عبدالحلیم صاحب شرر

حالات اقوام کرد۔ کردوں کی معاشرت و رسومات شادی
و غمی۔ مذہبی عقائد اور انکار یوں کیا تعلق سلطان کے محل کے
اندرونی حالات و زنانہ دربار کا پورا نقشہ اور والدہ سلطانہ ش
... دن آفندی کے اختیارات بڑی دلچسپ کتاب ہے قیمت ۶؍

خلافت۔ عمرو بن سعید بانی خلافت بنو امیہ و ابو مسلم خراسانی
بانی خلافت عباسیہ کے پورے حالات قیمت ۳؍

تذکرہ مشاہیر عالم۔ ہر دو جلد کامل مع فوٹو مولانا شرر
جس میں ذیل سوانح درج ہیں۔ خلیفہ ناصر الدین اللہ زبیر ابن عوام
عبداللہ ابن زبیر ابن بطوطہ۔ بقراط۔ جالینوس۔ مانی بانی ... تیمی
عز الدین حسین۔ حاتم طائی جبلہ بن ایہم محمد بن تومرت المہدی
المغربی۔ ابو عثمان سعید بن مسجح بانی موسیقی۔ دمشق کی جامع بنی امیہ
ابو الاسود دوئلی۔ احمد بن طولون۔ ابو الضحاک عمرو بن معدی کرب
زبیدی۔ نابغہ ذبیانی۔ سکندر اعظم۔ ٹمسون۔ ابن فرات تلغانی حکم
المستنصر محمد عبداللہ الزہری۔ منذر بن مغیرہ۔ حجاج۔ دمشقی مہدوس
مسجد ایا صوفیہ۔ محمد علی پاشا۔ ابو جعفر منصور۔ ابو دلامہ شاعر
مسجد اقصیٰ صلیبی جنگ۔ قیمت ۱۲؍

مخدرات مشاہیر عالم ہر سہ جلد کامل

جس میں ذیل سوانح درج ہیں۔ سمی رامس ملکہ بابل۔ ہند بنت نعمان
نیلاستھا۔ خلیلیہ۔ شہدہ کاتبہ۔ زلیخا۔ ملکہ سجاح۔ ام سلمہ زوجہ سفاح
قطر الندی۔ بلقیس۔ زرلنی۔ علیہ بنت مہدی خدیجہ بنت النعیم
ملکہ امینہ۔ کیتھرائن۔ زبیدہ خاتون۔ ام ہانی۔ قلوپطرا۔ بیدم ڈی
اسٹائل۔ رابعہ بصری۔ فاطمہ فقیہ۔ ملکہ زباء۔ ام بان۔ رابعہ شامیہ
فاطمہ بنت پوریہ۔ ملکہ زنوبیا۔ نوار زوجہ فرزدق۔ مقنعہ۔ محمد
زبیدہ۔ ہلینا قسطنطین اعظم کی ماں قیمت ۱۲؍ جلد دوم
عورت ہی کی کشش دنیا میں انسان کو لائی۔ دہیائی کاہنہ قیصر
تھیوڈورا۔ آل عثمان میں پہلی سلطانہ مسجد نفیسہ۔ ولادہ۔ ابوالفضل
قالسی مانڈوا۔ عاتکہ زوجہ عبداللہ بن ابی بکر صدیق۔ خضیہ عمانیہ
مزنہ لطیفہ ہسپانیہ۔ ثنیہ۔ ام جعفر۔ حرقہ بنت نعمان۔ ست الملک
ملکہ مصر۔ غوز بنت الاذور۔ قیمت ۱۲؍ جلد سوم۔
جس میں حسب ذیل سوانح درج ہیں۔ ویدوال ملکہ سمندر پنہال
ایڈلین ہیل۔ ماریہ رولان۔ فلیون۔ عاتکہ بنت معاویہ
تذکار بانی خاتون۔ ارشد ابیہ۔ فریدہ سعفرا۔ عائشہ بنت طلحہ
مالی بیشیا یخرفا۔ ریا بنت الغرثی السلمی۔ حنفیات۔ خرلید
بنت صفوان۔ ام حکیم بنت قارظ قیمت ۱۲؍ جو صاحب
تینوں جلدیں کامل لیں گے ان کو مجلد عامیں ملے گی مع فوٹو مولانا شرر

تمام درخواستیں بنام سید ظہور الحسن۔ قومی پریس دہلی چینہ لال میاں آنی چاہئیں